sidney sheldon

the master of the unexpected

the naked face

the international bestseller

ٹھنڈا گوشت

احمد اقبال

سڈنی شیلڈن کے بارے میں مشہور ہے کہ جب بھی وہ کچھ لکھتے ہیں تو صفحات پر موتی بکھر جاتے ہیں انہیں پڑھتے ہوئے قاری پر سحر طاری ہوجاتا ہے۔ پڑھنے والا ان کے تخلیق کردہ جہان کی خوب صورت وادیوں میں کھو سا جاتا ہے۔ مغرب میں وہ بیسٹ سیلر ناول نگار کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ ان کے ہر ناول نے فروخت کے نئے ریکارڈ قائم کیے ہیں، اپنے طرز تحریر اور مضبوط پلاٹ کے باعث وہ اردو قارئین میں بھی بہت مقبول ہیں ان کے کئی ناول نئے افق کے صفحات کی زینت بن چکے ہیں اس ماہ ہم ان کے شہرہ آفاق ناول The Naked Face کا ترجمہ قند مکرر کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

ایک ماہر نفسیات کی روداد، اس کا واسطہ ایسے شخص سے پڑ گیا تھا جو اپنے محبوب کا بدلہ لینا چاہتا تھا

برف باری اب بھی جاری تھی لیکن اس سے رنگ ونور کے اور خوشبو کے اس سیلاب میں کوئی کمی نہیں آئی تھی جو فرط مسرت سے دمکتے چہرے اور روشن مسکراہٹ لبوں پر سجائے ہجوم کی صورت میں بازاروں اور شاہراہوں پر پہنچ گیا تھا شاید اس شہر کی طرح دنیا کے ہر شہر میں جہاں بھی کرسمس کا انتظار کرنے والے تھے وہاں یہی رونق اور گہما گہمی یہی زندگی کی سنسنی خیزی اور ایسی ہی ہنگامہ آرائی تھی۔ لوگ زندگی کے ایک دن کو خوشیوں سے بھر دینے کے لیے خریداری میں مگن تھے باتیں کرتے ہنستے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ٹکراتے اور بچ نکلتے۔ وہ کاروں کی بے حساب دوڑتی ہوئی روشنیوں کے بے نیاز فٹ پاتھ کے ایک کنارے پر چلتا رہا اپنے ماضی پر شرمندہ اور اپنے مستقبل سے پرامید۔ ایک ایسا شخص جو گھر کا راستہ بھول گیا تھا جو صراط مستقیم سے بھٹک گیا تھا تین برس کی جدوجہد کے بعد اپنی دنیا میں لوٹ رہا تھا اس یقین کے ساتھ کہ اب وہ بھی اپنے بیوی بچوں کو اس کرسمس پر کسی احساس محرومی کا شکار نہیں ہونے دے گا وہ سوچ رہا تھا کہ اگر تین سال انتظار میں بسر کرنے والوں کو ایسا تحفہ پیش کرتا ہوں جو ان کے اب تک کے تمام رنج والم اور دکھ درد کے احساس کو مٹادے تو مسئلہ انتخاب کا ہوگا۔ بے شک ان سب کے لیے کرسمس کی سب سے بڑی خوشی یہی ہے کہ بیوی کی تنہا سنسان اور خزاں رسیدہ محبت کی پرآشوب راتیں پھر جذبات کے ہفت رنگ اجالے سے اور تمناؤں کی سیج پر مہکنے والے پھولوں کی خوشبو سے آباد ہوجائیں گی اور ان کے بچے جو باپ کے ہوتے ہوئے بھی یتیم تھے پھر دوسرے بچوں کی طرح محبت اور شفقت کے حقدار ہوجائیں گے لیکن اسے خالی ہاتھ تو گھر نہیں پہنچنا چاہیے دکانیں تحائف سے بھری پڑی تھیں اور اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اپنی بیوی کے لیے کیا خریدے اور بچوں کے لیے کیا لے۔

اچانک اس کی کمر میں درد کی ٹیس اٹھی جس نے لمحہ بھر کے لیے اسے مفلوج کردیا پھر یہ درد ریڑھ کی ہڈی میں اترنے لگا اس کے وجود پر پھیلنے لگا۔

اس نے ایک قدم آگے بڑھانے کی کوشش کی اور ناکام رہا پھر اس نے پلٹ کر دیکھنا چاہا لیکن چند سیکنڈ کے اس وقفے میں درد نے اس کے پورے وجود کو مفلوج کردیا تھا اور وہ فٹ پاتھ پر گر پڑا، آوازوں کا ایک بھنور سا اس کے گرد محیط تھا اور وہ خاموشی اور تاریکی کے سمندر میں ڈوبتا جارہا تھا لہو اس کے کپڑوں کو تر کرتا ہوا فٹ پاتھ کے کناروں سے بہہ کر ٹریک پر آگیا تھا اور لہو کی سرخی پر برف کی سفیدی برس رہی تھی۔ خون جمتا جارہا تھا اور روح کے

بعد اس کے بدن سے حرارت بھی رخصت ہو رہی تھی۔ اس کی لاش تماشائیوں کے درمیان تماشا بنی پڑی تھی اور قدرت اس پر برف کی سفید چادر ڈال رہی تھی۔

......☆☆......

کیرل رابرٹ نے ان دونوں کی صورت کو دیکھا اور انہیں پہچان لیا ان کے سوٹ ایک جیسے تھے ان کے انداز و اطوار میں فرق نہیں تھا دونوں کے سپاٹ چہروں کی بے حسی یکساں تھی اور ان کی آنکھیں کسی کیمرے کے لینس یا سرچ لائٹ کی طرح دیکھتی تھیں اور شکوک سے جنم لینے والے سوالات ان آنکھوں میں یوں پڑھے جا سکتے تھے جیسے ٹی وی کے روشن اسکرین پر عبارت کیرل اپنی سابقہ زندگی میں ان سے بارہا مل چکی تھی۔ اس کا سیاہ چہرہ خوف زدہ نظر آنے لگا اتنی مدت کے بعد یہ لوگ کیوں آئے ہیں کیا انہیں معلوم نہیں کہ پرانی کیرل مر چکی ہے اور اپنے دوسرے جنم میں کیرل کوئی تھرڈ ریٹ طوائف نہیں ہے۔ بلکہ ملک کے سب سے بڑے ماہر نفسیات اور ڈاکٹر کی سیکرٹری ہے۔

''یس پلیز۔'' وہ ہمت سے کام لے کر مسکرائی۔

''ہم ڈاکٹر جانسن سے ملنا چاہتے ہیں۔'' ایک نے اپنا شناختی کارڈ آگے بڑھایا کیرل صرف اس کا نام ہی پڑھ سکی۔

''آئی ایم سوری لیفٹیننٹ مائیکل۔'' کیرل نے شائستگی سے کہا۔

''ڈاکٹر صاحب کسی مریض کو دیکھنے کے لیے گئے ہوئے ہیں۔''

''مس بلیک بیوٹی۔'' دوسرے نے اپنا کارڈ نکال کر ڈیسک پر جھکتے ہوئے کہا۔

''میں سارجنٹ اینجلو ہوں اور میرا تعلق بھی قتل کی تفتیش کے شعبے سے ہے اگر ڈاکٹر موجود ہے اور تم غلط بیانی سے کام لے رہی ہو تو یہ سمجھ لو کہ اس سے نقصان ڈاکٹر جانسن کو ہوگا بعد میں اسے پولیس اسٹیشن آنا پڑے گا۔''

''سارجنٹ اینجلو۔'' کیرل نے سخت لہجے میں کہا۔

''میرا صحیح نام کیرل رابرٹ ہے مجھے جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ تم لوگ کون ہو۔''

''ہم بھی سمجھتے ہیں کہ مس کریل رابرٹ کہ تم کون ہو۔'' اینجلو نے حقارت سے کہا۔

''تمہارا نامہ اعمال تمہاری طرح سیاہ ہے۔''

''تم وہی ہو نا۔'' احساس ذلت اور غصے کے باعث کیرل کا چہرہ بگڑ گیا۔

''گیٹ آؤٹ۔'' اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

''میں وہ کیرل نہیں ہوں اور تم جیسے کتوں کے بھونکنے سے نہیں ڈرتی تم مجھے بلیک میل کرنے آئے ہو؟''

لیفٹیننٹ مائیکل نے صورت حال کو سنبھال لیا اور اینجلو کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

''مس کیرل ڈاکٹر جانسن نہیں ہیں تو ہم پھر آئیں گے۔'' کیرل نے سر ہلایا اور انہیں دروازہ کھول کر باہر جاتے دیکھتی رہی۔ آج بہت مدت کے بعد کسی نے اس کے منہ پر کہا تھا کہ وہ سیاہ فام ہے اور اس ماضی کا حوالہ دیا تھا جسے وہ دفن کر چکی تھی وہ کرسی پر بیٹھ گئی اور میز پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

چار سال قبل وہ ایک لاوارث لڑکی تھی جس نے اپنے شباب کے دروازے قبل از وقت ان سب کے لیے کھول دیے تھے جو چند ڈالر دے سکتے تھے وہ ہر نشے کی عادی تھی چنانچہ پہلی بار پولیس نے عصمت فروشی کے جرم میں اسے مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا تو وہ پوری طرح ہوش میں نہیں تھی۔

''کیا عمر ہے تمہاری مس کیرل رابرٹ؟'' جج نے الزامات کی فہرست دیکھ کر کہا۔

''عمر...... عمر کیا ہوتی ہے جج صاحب جو کچھ ہے وہ زندگی کے تجربات کا نام ہے میں تو چودہ برس میں جوان ہوگئی تھی اور زندہ رہی تو چودہ برس بعد بوڑھی نظر آؤں گی۔ آخر اٹھائیس سال کی جوان عورت کو کون بوڑھا بنا دیتا ہے جناب والا اب میں سولہ سال کی ہوں مگر آپ......'' وہ قہقہہ مار کر ہنسی۔

''شٹ اپ۔'' جج نے کہا اور اسے ایک مہینے کے لیے ریمانڈ ہوم بھیج دیا۔ جج رحم دل آدمی تھا اور کیرل کے حالات کی مجبوری سے متاثر ہو گیا تھا ورنہ اس توہین آمیز رویے پر کیرل کو سال بھر کے لیے جیل میں بند کر سکتا تھا۔ کیرل کی بدقسمتی کہ پولیس نے اسے دوسری بار پکڑا تو پھر اسی جج کی

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

عدالت میں کھڑا کردیا جج نے اسے پہچان لیا۔
''کیرل رابرٹ، تمہیں پھر یہاں دیکھ کر مجھے افسوس ہوا ہے۔''
''مجھے بھی بڑا افسوس ہوا ہے جج صاحب۔'' کیرل نے غیر سنجیدہ لہجے میں کہا۔
''آپ ابھی تک یہاں بیٹھے ہیں ترقی کر کے ہائیکورٹ میں نہیں پہنچے یہ دشمنوں کی سازش ہے یا آپ کی نالائقی؟'' وہ ہنسی۔
جج کا چہرہ غصے سے سرخ پڑ گیا۔
''پچھلی مرتبہ نابالغ اور لاوارث سمجھ کر میں نے تم پر ترس کھایا تھا اور تمہاری بدتمیزی کو نظر انداز کر کے یہ موقع دیا تھا کہ اپنی عادات اور طور طریقے بدل لو لیکن اب تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں گا۔ تمہارا کوئی ضامن ہے؟''
کیرل کے جواب دینے سے پہلے کوئی شخص اٹھا۔
''مائی لارڈ اگر آپ اجازت دیں تو میں مس کیرل رابرٹ کی ذمہ داری قبول کرلوں۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ تیسری بار کسی عدالت کے سامنے پیش نہیں ہوگی۔''
کیرل کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا جج سمیت عدالت میں کسی کو بھی یقین نہیں آیا کہ اتنا نامور ڈاکٹر ایک حبشی طوائف کے بارے میں اتنے اعتماد سے بات کر رہا ہے جیسے کیرل اس کی بیٹی ہو، چند لمحے وہ شخص مکمل خاموش اور سکون سے کھڑا رہا۔
''ڈاکٹر جان سن۔'' جج نے حیرانی سے کہا
''آپ جانتے ہیں یہ لڑکی کون ہے، اس کا ماضی کیا ہے؟''
''نو سر۔'' جان سن نے کہا۔
''مجھے اس کے نام اور ماضی سے کوئی تعلق نہیں، مجھے صرف حالات کی سختی کا شکار ہونے والی ایک لڑکی کا مستقبل اچھا دیکھنے کی آرزو ہے اور اس کے لیے میں کوشش ضروری سمجھتا ہوں۔''
جتنی دیر وہ بولتا رہا کیرل اس پر نظریں جمائے کھڑی رہی اور ایک سوال اس کے ذہن میں مسلسل گردش کرتا رہا۔ گرجا کے متواتر بجنے والے گھنٹے کی طرح اور ٹرین کے متحرک پہیے کی طرح صدا دیتا رہا۔ کیوں...... کیوں...... یہ باعزت اور شریف صورت شہرت یافتہ، دلکش شخصیت کا مالک سفید فام نوجوان ڈاکٹر اس کے مستقبل کی بات کیوں کر رہا ہے؟ کیا دلچسپی ہے اسے ایک ایسی عورت کے مستقبل سے جس کا رنگ قابل نفرت ہے کیا یہ بھی کوئی نفسیاتی مریض ہے جنس کا کوئی منفی پہلو ہے کہ اسے کوئی سفید فام شریف زادی وہ آسودگی نہیں بخشتی جو کالے رنگ کی ایک بدنام طوائف سے ملتی ہے۔ کیرل نے ہر طرح کے جنسی مریض دیکھے تھے وہ بھی جو اس سے عورت کی طرح نہیں مرد کی طرح حظ اٹھانا چاہتے تھے۔ اسے اذیت دے کر لطف لیتے تھے اس کے بدن کو دانتوں سے کاٹ کر سگریٹ سے جلا کر خوش ہوتے تھے یا اس کے برعکس کیرل سے کہتے تھے کہ ان پر مشق ستم کرے کیرل نے مرد کو ہر روپ میں دیکھا تھا لیکن ڈاکٹر جان سن نے اسے حیران کر دیا تھا۔ جج نے کیرل سے کہا تھا کہ وہ خوش قسمت ہے کیرل واقعی خوش قسمت تھی جب وہ ڈاکٹر کے گھر پہنچی تو اس گھر کی خوب صورتی نے پر تکلف سامان آسائش نے اور ڈاکٹر جان سن کے رویے نے اسے خوشی سے پاگل کر دیا۔
اس نے دل ہی دل میں اپنے آپ کو مبارک باد دی خوب کھاؤ پیو اور عیش کرو جانا پڑے تو جو ہاتھ لگے لے کر بھاگ جاؤ اور تقدیر زیادہ مہربان ہو تو ہمیشہ کے لیے پھانس لو شادی کر کے۔
ڈاکٹر نے راستے میں اس سے بالکل نہیں پوچھا تھا کہ وہ کون ہے وہ گناہ کی اس دلدل میں کیسے پھنسی اور اب شریفانہ زندگی گزارنا چاہتی ہے یا نہیں وہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا۔ گھر پہنچ کے بھی اس نے کیرل کو نہیں بتایا کہ وہ کیا چاہتا ہے اس نے کیرل کو اطمینان سے بیٹھ جانے کے لیے کہا کیرل سے پوچھا کہ وہ کیا پیئے گی اور پھر کیرل کے لیے شراب اور اپنے لیے کافی لایا کیرل منتظر رہی کہ وہ مطلب کی بات کرے مگر وہ بڑے اطمینان سے گفتگو کر رہا تھا اپنے گھر کے بارے میں اپنے مریضوں کے بارے میں ان شہروں کے بارے میں جو اس نے دیکھے تھے روم میں کیا جادو ہے سوئٹزرلینڈ کے حسن میں کتنا سحر ہے جاپان کی روایات کتنی قدیم کتنی جدید اور کتنی پراسرار ہیں کیرل سوچتی رہی کہیں ڈاکٹر جان سن ان مردوں میں تو نہیں جو باتوں کے سوا کچھ نہیں کر سکتے لیکن جان سن نے کافی ختم کر کے کیرل کے لیے اپنا ایک نائٹ سوٹ نکالا۔

"تم اس میں کارٹون تو لگو گی لیکن مجبوری ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"جب تک زنانہ کپڑوں کا انتظام نہ ہو جائے اسی سے کام چلاؤ میرا مطلب ہے شام تک تمہارے نئے کپڑے آ جائیں گے۔ اب تم غسل کر لو اور میں لنچ کا انتظام کرتا ہوں اپنا کھانا میں خود پکاتا ہوں کبھی کبھی۔"

کیرل اسے بے وقوفوں کی طرح دیکھتی رہی۔ جب وہ نہا کر نکلی تو کھانا تیار تھا۔ شاید کھانے کے بعد کچھ ہو، کیرل نے سوچا کھانے کے دوران وہ کیرل کو یقین دلاتا رہا کہ وہ چاہے تو بڑی اچھی سیکرٹری بن سکتی ہے اور ٹائپ سیکھنا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں دفتر میں کوئی کام نہیں اور جو ہے کیرل دیکھ لے گی کھانے کے بعد وہ اسے دفتر میں لے گیا اور ایک کمرے میں بٹھا دیا۔

"ابھی مریض آئیں گے۔" اس نے ایک ڈائری نکالتے ہوئے کہا۔

"میں ہر روز چار مریض دیکھتا ہوں آج کے چار مریض یہ ہیں۔" اس نے ایک صفحے پر انگلی رکھی۔ "جب یہ آئیں تو انہیں باری باری اندر بھیج دو۔ ٹیلی فون آئے تو پوچھ لو کیا کام ہے ضروری کام ہو تو مجھ سے بات کرا دو۔ نیا کیس ہو تو ڈائری میں دیکھ کر تاریخ دے دو فیس بتا دو اس کا نام پتا لکھ لو اس کام کے چار سو ڈالر ماہانہ ملیں گے تمہیں۔ یہ دو سو ایڈوانس ہیں۔" اس نے دو نوٹ آگے بڑھائے۔

کیرل کے ہاتھ بے اختیار نوٹوں کی طرف بڑھ گئے۔

"لیکن تمہارا کام کل سے شروع ہوگا جب تم صحیح لباس پہن کر بیٹھو گی آج آرام کرو۔" وہ اسے ہکا بکا چھوڑ کر اپنے آفس میں چلا گیا۔

وہ دونوں نوٹ سنبھالے واپس اندر آ گئی اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔ کیونکہ ایسا سلوک اس کے ساتھ نہ کسی نے کیا تھا اور نہ وہ اس کا تصور کر سکتی تھی۔ وہ شام تک سوتی رہی۔ رات تک حسب وعدہ اس کے کپڑے آ گئے پھر ڈاکٹر جان سن اسے اپنے ساتھ کار میں لے گیا۔ انہوں نے کھانا باہر کھایا اور کیرل کو ڈاکٹر جان سن کے ذہنی توازن پر شبہ ہونے لگا وہ اسے کسی معزز عورت کی طرح ساتھ لیے پھر رہا تھا اور اپنی شہرت کے باوجود ذرا بھی شرمندہ نہ تھا کہ ایک گھٹیا درجے کی رسوائے زمانہ کالی چمڑی والی طوائف کو ساتھ لیے گھوم رہا ہے واپسی پر اس نے کیرل کو ایک کمرے میں چھوڑ دیا۔

"یہ تمہاری خواب گاہ ہے یہاں ضرورت کا سب سامان ہے لیکن کسی چیز کی کمی ہو تو بتا دینا۔"

اس نے کیرل کو بستر پر لٹا دیا اور اس پر کمبل پھیلا کر خود ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اگر تم نے مجھے غلط سمجھا ہے کیرل تو قصور تمہارا نہیں ہے حالات کا ہے اب تک تمہیں یقین آ چکا ہوگا کہ میں عورت کے قابل نہیں لیکن کیرل بہت دن ہوئے مجھے ایک ایسی عورت مل گئی تھی جو میرے خوابوں اور خیالوں کی تصویر تھی چنانچہ میں نے اس سے شادی بھی کر لی تھی شادی کے بعد ہم نے ایک سال ہنی مون کیا، اپنی اور اپنے مستقبل کے اور اپنے بچے کے مستقبل کی باتیں کرتے گزار دیا لیکن اس بچے کے جنم لینے سے قبل ہی میری بیوی ایک حادثے کا شکار ہو کے مرگئی۔ اسے کسی نے مار دیا۔" وہ بولتا رہا اور کیرل سنتی رہی پھر کیرل بولتی رہی اور وہ سنتا رہا سگریٹ اور کافی پیتا رہا اور شراب کے جام کیرل کو دیتا رہا اور رات گزر گئی کیرل نے اسے سب بتا دیا مگر یہ چار سال پہلے کی بات تھی اب وہ ڈاکٹر جان سن کی بہترین سیکرٹری تھی محنتی نیک چلن اور با ہمت۔

دروازہ اب بھی کھلا تھا کیرل نے سوچا کہ اب اسے آفس بند کر دینا چاہیے وہ ایک قدم آگے بڑھی پھر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ ایک شخص دروازے سے اندر آ گیا تھا اور کیرل نہ جانے کیوں خوف زدہ ہو گئی تھی شاید اس اجنبی کی صورت اس کی مسکراہٹ اور اس کی آنکھوں کی چمک میں خوفزدہ کر دینے والی کوئی بات تھی اجنبی نے دروازہ اندر سے بند کیا اور کیرل کی طرف بڑھا وہ فرشتہ اجل تھا۔

......☆❋☆......

میز پر رکھا ہوا زرد رین کوٹ پشت پر سے لمبائی کے رخ کٹا ہوا تھا اور اس پر خون کے سرخ دھبے پھیلے ہوئے تھے۔

"آپ اسے پہچانتے ہیں؟" لیفٹیننٹ مائیکل نے کہا۔

"ہاں۔" ڈاکٹر جان سن نے کہا۔

"یہ رین کوٹ میرا ہی ہے میں نے اپنے ایک مریض

pakistanipoint.com

کو دیا تھا کیونکہ برف باری اچانک شروع ہوگئی تھی وہ گھر سے رین کوٹ لے کر روانہ نہیں ہوا تھا۔ اس وقت موسم صاف تھا۔

''ڈاکٹر جان سن۔'' مائیکل نے کہا۔ ''وہ آپ کے پاس دس بجے پہنچا تھا اور آپ کے کہنے کے مطابق ٹھیک پچاس منٹ آپ کے ساتھ رہا تھا ٹھیک گیارہ بجے کسی نے پیچھے سے اس پر خنجر کا وار کر کے اسے مار دیا دس منٹ میں وہ زیادہ دور نہیں پہنچا تھا بازار میں کرسمس کی خریداری کرنے والوں کا ہجوم تھا مگر کسی نے قاتل کو وار کرتے نہیں دیکھا جب وہ گرا تو بہت سے لوگوں کی نظر اس پر پڑی لیکن مقتول کسی کو کچھ نہیں بتا سکا اور اس کی لاش بہت دیر تک فٹ پاتھ پر برف میں پڑی رہی۔ وہ تین سال سے آپ کا مریض تھا اس نے یقیناً اپنی زندگی کے تمام حالات آپ کو بتائے ہوں گے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کسی نے اسے کیوں قتل کیا؟ ڈاکٹر سے خصوصاً ماہر نفسیات سے لوگ کچھ نہیں چھپاتے اپنی پریشانیاں الجھنیں۔''

''اس کا تو کوئی بھی دشمن نہیں تھا۔ اس کی ایک پریشانی تھی مگر اب وہ ٹھیک تھا۔'' ڈاکٹر جان سن نے بتایا۔

''وہ کیا شکایت لے کر آیا تھا'' مائیکل نے کہا۔

''تین سال پہلے......اس کا مسئلہ یہ تھا کہ عورتوں سے زیادہ وہ مردوں کی طرف راغب ہوگیا تھا۔'' ڈاکٹر جان سن نے کچھ دیر بعد کہا۔ ''یہ تبدیلی شادی کے دس سال بعد نمودار ہوئی تھی چنانچہ اس کی بیوی اور تین بچے بہت پریشان تھے خود اسے بھی احساس تھا کہ وہ ان پر ظلم کر رہا ہے تین سال کی محنت کے بعد میں اس کی یہ ذہنی بیماری دور کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے دوست کو چھوڑ دے گا اور کرسمس اپنی فیملی کے ساتھ منائے گا مجھے یقین ہے وہ زندہ رہتا تو اس کی زندگی عام لوگوں کی طرح ہنسی خوشی گزرتی۔''

''یہ بڑا عجیب کیس ہے عموماً ایسے لوگ شادی ہی نہیں کرتے مگر آپ کہتے ہیں اس کے تین بچے تھے اور وہ عورت سے نفرت کرنے لگا تھا۔ آپ خود بہت ہینڈسم آدمی ہیں کیا ان تین برسوں میں اس نے کبھی آپ سے کسی غیر معمولی لگاؤ کا اظہار نہیں کیا؟'' لیفٹیننٹ مائیکل نے اچانک کہا۔

ڈاکٹر جان سن کا چہرہ سرخ ہوگیا۔

''نہیں لیکن یہ عین ممکن تھا۔ ڈاکٹر اور مریض کا رشتہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ مریض ڈاکٹر کے ساتھ جذباتی طور پر وابستہ ہو جاتے ہیں خصوصاً عورتیں مگر میک نے ایسا نہیں کیا۔''

''اس کے برعکس ایک سوال۔'' مائیکل نے ڈاکٹر جان سن پر نظر جما کر کہا۔ ''آپ اس کی ایک کمزوری کو جانتے تھے کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ آپ نے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہو اور اس نے آپ کی خواہش کو پورا کرنے سے انکار کیا ہو تو آپ مشتعل ہو گئے ہوں یا آپ بدنامی کے خیال سے ڈر گئے ہوں؟''

''لیفٹیننٹ......اس نے میرا رین کوٹ پہن رکھا تھا۔ تمہارے ذہن میں یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ وہ غلط فہمی کے باعث مارا گیا قاتل نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔'' جان سن نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''میں یہ بات پوچھنے ہی والا تھا کیا آپ کا ایسا کوئی دشمن ہے۔ پھر آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا اور اس نے غلطی سے مسٹر میک کو قتل کر دیا کیونکہ وہ آپ کا رین کوٹ پہنے ہوئے تھا۔'' مائیکل نے کہا۔

ڈاکٹر جان سن نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اسے کسی دلیل کی ضرورت نہیں تھی وہ جانتا تھا کہ پولیس کے لیے قتل کا سراغ لگانا زیادہ اہم ہے۔ یہ بات اہم نہیں ہے کہ ڈاکٹر اور مریض کا رشتہ کتنا مقدس ہوتا ہے۔ وہ مائیکل کے شکوک کا اندازہ اس کے لہجے سے اس کی معنی خیز مسکراہٹ سے اور اس کی باتوں سے کر سکتا تھا اگر وہ شہر کا معزز ڈاکٹر نہ ہوتا تو مائیکل صاف کہہ دیتا کہ مسٹر جان سن اگر اس کا بھی کوئی دشمن نہیں تھا اور تمہارا بھی نہیں ہے اور اگر وہ تین سال سے جنسی بے راہ روی کا شکار مرد تم سے مکمل تنہائی میں رازداری کے ساتھ ملتا تھا تو یہ ثابت کرنے کے لیے کسی شہادت کی ضرورت نہیں رہتی کہ تم نے اس سے غیر فطری تعلقات قائم رکھے اور جب وہ تم سے اکتا گیا اور آخری بار رخصت ہوا تو بدنامی اور بلیک میلنگ کے خوف سے تم نے اس کا پیچھا کیا اور اپنے کلینک سے کچھ دور جا کے اسے مار دیا پھر تم لوٹ آئے اور کسی کو کبھی بھی معلوم نہیں ہوا کیونکہ وہ تمہارا آخری مریض تھا۔

paksitanipoint.com

انجلو اور مائیکل بڑے غور سے ڈاکٹر جان سن کی صورت دیکھ رہے تھے۔

''ڈاکٹر جان سن میں آپ سے پھر درخواست کروں گا کہ مقتول مریض کی کیس فائل پولیس کو دے دی جائے۔'' مائیکل نے کہا۔

''سوری لیفٹیننٹ۔اس فائل میں مرنے والے کی زندگی کے بہت سے راز محفوظ ہیں، اس نے مجھ پر اعتماد کیا تھا اور اس کی موت کے بعد میرے لیے ہر راز ایک امانت ہے جو میں کسی کے حوالے نہیں کرسکتا اور کوئی مجھے اس پر مجبور بھی نہیں کرسکتا۔'' ڈاکٹر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اس نے اپنا ہیٹ اٹھایا اور باہر نکل گیا۔اپنے گھر کی طرف جاتے ہوئے اس نے محسوس کیا کہ آس پاس اور ساری دنیا میں پھیلے ہوئے صاف ستھرے اور فیشن ایبل کپڑے پہننے والے تن کے اجلے انسانوں کے من کتنے میلے ہیں۔ان سب کے خیالات میں کتنی غلاظت ہے جرم گناہ کی اس آلودگی کو دھو کر آدمی کی روح کو دھوپ کی طرح اجلا کر دینا کتنا مشکل کام ہے یہاں خطا کاروں کی نظر سب کو خطا کار دیکھتی ہے تو نظر کا کیا قصور دو گھنٹے بعد جب وہ گاڑی کو پارکنگ ایریا میں چھوڑ کے اس عمارت میں داخل ہوا جس کی تیسری منزل پر اس کا فلیٹ تھا تو ڈاکٹر جان سن نے حسب معمول چوکیدار سے اس کی خیریت پوچھی چوکیدار بے حد باتونی تھا لیکن اس وقت نہ جانے کیوں اس نے ''تھینک یو'' کہا اور نظریں چرا کے سڑک کی طرف دیکھنے لگا۔ جان سن تھوڑا سا حیران ہوا اور لفٹ میں کھڑا ہوگیا لفٹ میں خود کو دنیا کا سب سے دکھی انسان سمجھتا تھا کیونکہ اس کے خیال میں ایسا کوئی مرض نہیں تھا جو اسے یا اس کے بیوی بچوں میں سے کسی کو لاحق نہ ہو چنانچہ وہ آتے جاتے جان سن کو کسی نہ کسی کاغذ کے پرزے پر کوئی دوا لکھوا دیتا تھا۔اسے کسی دلیل کی ضرورت نہیں تھی۔وہ جانتا تھا کہ پولیس کے لیے قتل کا سراغ لگانا زیادہ اہم ہے یہ بات اہم نہیں ہے کہ ڈاکٹر اور مریض کا رشتہ کتنا مقدس ہوتا ہے۔وہ مائیکل کے شکوک کا اندازہ اس کے لہجے سے اس کی معنی خیز مسکراہٹ سے اور اس کی باتوں سے کرسکتا تھا۔اگر وہ شہر کا معزز ڈاکٹر نہ ہوتا تو مائیکل صاف کہہ دیتا کہ مسٹر جان سن اگر اس کا بھی کوئی دشمن نہیں تھا اور تمہارا بھی نہیں ہے اگر اس کے قتل کا سبب کوئی نہیں تھا اور تمہارا بھی نہیں ہے اور اگر وہ تین سال سے جنسی بے راہ روی کا شکار مرد تم سے مکمل تنہائی اور راز داری کے ساتھ ملتا تھا تو یہ ثابت کرنے کے لیے کسی شہادت کی ضرورت نہیں رہتی کہ تم نے اس سے غیر فطری تعلقات قائم رکھے اور جب وہ تم سے اکتا گیا اور آخری بار رخصت ہوا تو بدنامی اور بلیک میلنگ کے خوف سے تم نے اس کا پیچھا کیا اور اپنے کلینک سے کچھ دور جا کے اسے مار دیا پھر تم لوٹ آئے اور کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوا کیونکہ وہ تمہارا آخری مریض تھا۔

آخر اچانک ساری دنیا کا رویہ کیوں بدل گیا ہے۔ جان سن نے حیرانی سے سوچا۔رویہ شاید دنیا کا نہیں بدلا میری نگاہ میں فرق آ گیا ہے اس نے لفٹ سے باہر قدم رکھا تو اپنے دروازے پر پولیس مین کو دیکھ کر ٹھٹک گیا خطرے کی بو لوگوں کا بدلا ہوا رویہ اور ماحول پر مسلط ایک پر اسرار سکوت یہ بھیانک خاموشی یہ سب اس کا وہم ہے یا حقیقت ہے؟

''کیا بات ہے؟'' اس نے پولیس مین سے پوچھا جو ہاتھ پیچھے باندھے بت کی طرح کھڑا تھا۔

''تم اندر جا کر دیکھ سکتے ہو۔'' پولیس مین نے پلکیں جھپکائے بغیر اپنے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر جان سن نے اپنے آپ کو تسلی دی کہ خوف زدہ ہونے کی کوئی بات نہیں ہے پولیس والے اس کے فلیٹ میں وارنٹ کے بغیر داخل ہونے کی جرأت بھی نہیں کرسکتے اور شاید اندر لیفٹیننٹ مائیکل ہوگا جو آفس میں بیٹھ کر کارل مارک کی فائل دیکھنا چاہتا ہوگا۔خیر نہ وہ فائل دے گا نہ دیکھنے دے گا اس نے فیصلہ کیا اور اندر داخل ہوگیا اس کے بالکل سامنے کیرل رابرٹ کی لاش پڑی تھی۔اس کا سیاہ ننگا بدن بستر پر تھا اور ٹانگیں بستر سے نیچے لٹک رہی تھی اس کے دونوں ہاتھ بستر پر پھیلے ہوئے تھے اور ان کی بند انگلیوں نے شدت کرب میں چادر کو دبا لیا تھا کیرل کے منہ میں اس کی آواز کو بند رکھنے کے لیے کپڑا ٹھونس دیا گیا تھا اس کے سارے بدن پر زخموں کے نشان تھے۔خنجر کے زخم جو زیادہ گہرے نہیں تھے اور کھال جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی دکھائی دیتی تھی سگریٹ سے جلی ہوئی کھال کے داغ جسم کے نازک حصوں پر تھے آخر میں قاتل نے کیرل کی آنکھوں میں اس

کے حلق میں سینے پر اور دونوں ٹانگوں کے درمیان تیزاب ڈال دیا تھا۔ ڈاکٹر نے ایسا دہشت ناک منظر نہ زندگی میں دیکھا تھا نہ کسی فلم میں اور نہ تصور میں کمرہ اس کی نظروں کے سامنے گھومنے لگا کسی چکردار جھولے کی طرح جس میں ایک جگہ کیرل کی اندھی مسخ شدہ عریاں لاش رکھی تھی جو ہر بار اس کی نظر کے سامنے سے گزرتی تھی تو کہتی تھی کہ دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہو کہ وہ جو نوشتہ دیوار ہے اسے کون بدل سکتا ہے۔ پھر بھی کسی طوائف کسی تھرڈ ریٹ سیاہ فام فاحشہ کو عزت نہ دینا اس سے شرافت کا سودا نہ کرنا کیونکہ اس کی موت پر تمہارا اختیار نہیں۔ دنیا اگر نہیں چاہے گی اور تقدیر کو منظور نہیں ہوگا تو شرافت اور عزت کی موت اسے کبھی نصیب نہیں ہوگی۔

وہ ایک کرسی پر گر پڑا۔ اسے اپنے سامنے لیفٹیننٹ مائیکل کا چہرہ نظر آیا اس کے پیچھے اینجلو تھا ارد گرد بہت سے لوگ تھے پولیس کے فوٹو گرافر ڈاکٹر اور ایمبولینس والے جو کیرل کو مردہ خانے لے جانا چاہتے تھے۔ کہیں دور سے مائیکل کی آواز آئی۔ ”کیا تمہیں معلوم ہے ڈاکٹر جان سن کہ تمہاری سیکرٹری کو تین ماہ کا حمل تھا؟“ پھر یکلخت ہر سمت سے اسی آواز کی بازگشت سنائی دینے لگی۔ ”کیا تمہیں معلوم ہے؟“

”مجھے نہیں معلوم مجھے کچھ نہیں معلوم۔“ جان سن نے انکار میں سر ہلایا۔ اس نے بے بسی سے ہر طرف دیکھا۔

”کیا تم بتا سکتے ہو کہ گزشتہ دو گھنٹے سے تم کہاں تھے؟“ بازگشت پھر سنائی دی۔

”میں؟“ جان سن نے بے خیالی میں کہا۔

”کہیں نہیں کسی کے ساتھ نہیں میں اکیلا پھرتا رہا میرا ذہن کارل مارک کی موت سے پریشان تھا۔“

”کسی نے تمہیں دیکھا؟ کسی ریسٹورنٹ میں کھانا کھاتے ہوئے یا کسی بار روم میں کسی کافی ہاؤس میں؟“ مائیکل نے کہا۔

ڈاکٹر جان سن نے پھر مایوسی سے انکار میں سر ہلایا۔ اس کا گواہ کوئی بھی تو نہیں تھا کوئی یہ کہنے والا نہیں تھا کہ اس نے کیرل کو قتل نہیں کیا اب صرف مائیکل تھا جو کہہ رہا تھا۔

”تم نے اسے قتل کیا اور گھر سے نکل گئے تم جانتے تھے کہ کچھ دیر میں اس قتل کی خبر پولیس کو ضرور مل جائے گی اور پولیس کے پہنچنے کے ایک گھنٹے بعد تم معصوم صورت بنائے آ پہنچو گے یہ بتانے کے لیے کہ تم ڈاکٹر ہو اور اس لڑکی کو گناہ کی دلدل سے نکالنے والے تم ہی تھے دنیا جانتی ہے کہ تم نے ایک طوائف کو شرافت کی زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا۔ کیا یہ دنیا جانتی ہے کہ تم نے اس طوائف کے ساتھ کیا کیا؟ تم نے اسے دنیا کے مردوں سے چھین کر اپنے لیے ریزرو کر لیا اور اسے سیکرٹری کا معزز رتبہ دے دیا۔ تم کہتے ہو کہ اس سے تمہارا رشتہ صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر استوار تھا اور کیرل کسی سے ملتی بھی نہیں تھی اس کا کوئی بوائے فرینڈ یا منگیتر بھی نہیں تھا کیا صرف انسانی ہمدردی کے رشتے نے اسے حاملہ کر دیا؟ مائی فٹ تم دنیا کو یا مجھے اتنا بے وقوف سمجھتے ہو؟ اگر یہ مان لیا جائے کہ چار سال تک ایک سیاہ فام طوائف رات کو تمہارے ساتھ تنہا رہی مگر تم نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا تو کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تمہیں عورت سے دلچسپی نہیں تھی۔ تم دوسری لائن کے آدمی تھے۔“

”لیفٹیننٹ......“ جان سن نے بے بسی سے کہا۔ ”تم کسی ثبوت کے بغیر یہ نتائج کیوں اخذ کر رہے ہو میرا اپنا خیال یہ ہے کہ کارل مارک اور کیرل کے قتل میں کوئی بات مشترک ضرور ہے مجھے یہ کسی جنسی جنونی کی حرکت نظر آتی ہے مگر میں کسی کا نام نہیں لے سکتا۔“

”کیا تمہارے مریضوں میں کوئی ایسا ہے...... یا پہلے تھا؟“ لیفٹیننٹ مائیکل نے کہا۔

”مجھے پریکٹس کرتے ہوئے دس سال ہوگئے ہیں۔ اس عرصے میں بہت سے خطرناک قسم کے نفسیاتی مریض بھی میرے پاس آئے ہیں ان میں کچھ قابل علاج تھے اور ٹھیک ہو کر چلے گئے لیکن یہ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی پھر جنون میں مبتلا ہو گیا ہو۔ جو علاج کے باوجود زیادہ خطرناک ہو گئے تھے انہیں میں نے پاگل خانے بھیج دیا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پاگل خانے سے کسی کو فرار ہونے کا موقع مل گیا ہو مجھے دیکھنا پڑے گا کہ ایسے کتنے تھے میرے پاس ان کی گفتگو کے ٹیپ ہیں اور فائلیں ہیں۔“ ڈاکٹر جان سن نے کہا۔

”اگر تم نے کوئی کیس ڈھونڈ نکالا ڈاکٹر جان سن اور اپنا الزام کسی اور کے سر تھوپنے کی کوشش کی تب بھی تمہارے پاس ایک سوال کا جواب نہیں ہوگا کسی نے یہ قتل کیوں

کیسے؟ بے سبب کوئی کسی کو قتل نہیں کرتا اور سبب دیکھا جائے تو الزام تمہارے سوا کسی پر نہیں آتا شاید کیرل کو معلوم ہو گیا تھا کہ کارل مارک کو تم نے قتل کیا ہے اس نے باہر کے کمرے میں بیٹھ کر اندازہ کر لیا ہو گا کہ جھگڑے کا سبب کیا ہے شاید وہ پہلے سے یہ بات جانتی تھی کہ تم ایک ٹکٹ میں دو مزے لے رہے ہو اور تمہارے تعلقات کارل مارک سے بھی ہیں وہ حاملہ بھی ہو چکی تھی اور تمہارے لیے دہرے خطرے کا باعث بن گئی تھی شاید تم بھی پہلے ہی سے طے کر چکے تھے کہ اس خطرے سے نجات ضروری ہے اور اگر کیرل نہ مانے تو کیرل سے نجات حاصل کرنی ضروری ہے کیرل جیسی عورت تمہیں بلیک میل کر کے ہی تم سے شادی کر سکتی تھی۔ وہ یقیناً اس موقع سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتی ہو گی ابھی میں تمہیں گرفتار نہیں کر رہا ہوں ڈاکٹر جان سن لیکن تم کسی وکیل سے مشورہ کر لو تو بہتر ہے۔" مائیکل نے کہا۔

جب وہ چلا گیا اور کیرل بھی چلی گئی اور اسے لے جانے والے بھی چلے گئے تو جان سن تنہا اپنے ہی خیالات کے غول بیابانی میں گھر گیا۔ جہاں کیرل تھی وہاں اب کچھ بھی نہیں تھا خانہ ویرانی اور ماتم ایک شہر آرزو کے سوا اداسی کے سوا اور دل شکستگی کے درد لا دوا کے سوا تو ڑا جو تو نے آئینہ تمثال دار تھا۔ اس آئینے میں شیشہ گر کو اپنے کمال ہنر کا عکس نظر آتا تھا کیرل کو اس نے پتھر سے تراشا تھا اور ہیرا بنا دیا تھا۔ یہ ہیرا پھر زمین کی خاک میں گم ہو گیا تھا جس کی آب میں اس کے ماتھے کا پسینہ اور اس کے جگر کا لہو شامل تھا اسے دنیا نے کسی حال میں جینے نہ دیا نہ طوائف بن کر نہ عورت بن کر اسے نہ بدنامی راس آئی نہ نیک نامی اور جب جینے کا سلیقہ آیا تو جینے کی مہلت نہ ملی اسے مائیکل کی بات یاد آئی وہ کسی کو تین ماہ سے اپنے وجود میں پرورش کر رہی تھی چپکے چپکے اتنی راز داری کے ساتھ کہ جان سن جیسے قابل اعتماد مونس و غم خوار کو بھی خبر نہ ہوئی۔

کیوں؟ کیرل نے اسے ہمراز کیوں نہیں بنایا؟ وہ اس کی مدد کر سکتا تھا۔ اسی کی مدد نے کیرل کو استحصال کرنے والی دنیا کے خلاف صف آرا ہونا سکھایا تھا اور پھر کیرل جانتی تھی کہ جان سن کے ضابطہ اخلاق میں یہ کوئی گناہ نہیں تھا۔ زندگی عطا کرنا ان دونوں کے لیے ایک جیسا مقدس فریضہ تھا ہر ڈاکٹر کے لیے اور ہر کیرل کے لیے گناہ گار وہ تھے جو زندگی لیتے تھے یا زندگی کی آبرو لیتے تھے۔ یقیناً کوئی ایسی بات تھی جو کیرل بتانا چاہتی تھی مگر بتا نہ سکی مجبوری یا مصلحت کے تقاضے اسے روکتے رہے۔ اس نے کیرل کے کمرے کا رخ کیا۔ بند دروازہ کھولتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ اب یہاں کوئی نہیں آئے گا کوئی نہیں آئے گا اس کے ویران میکدے میں ہر چیز وہی تھی۔ ویسی ہی تھی اور وہیں تھی مگر کیرل صرف ایک نام رہ گئی تھی۔ دل میں گم ہو جانے والی یاد کی طرح بے وجود وہ اس کے خالی بستر کو میز پر رکھی ہوئی ذاتی استعمال کی چیزوں کو الماری میں لٹکے ہوئے کپڑوں کو دیکھتا رہا کیرل سے اس کی ذہنی وابستگی پرورش کرنے والے کی طرح تھی وہ یوں محسوس کر رہا تھا جیسے کیرل اس کی جوان بیٹی تھی جو چار برس سے نہیں ابتدا سے اسی گھر میں تھی اور یہ احساس غلط بھی نہیں تھا کیرل کی موجودہ زندگی کا آغاز اور انجام جان سن کے سامنے ہوا تھا اس نے میز کی دراز کھولی۔ اس میں کاغذات کے نیچے ایک ڈائری تھی۔ وہ کرسی پر بیٹھ گیا اور پڑھنے لگا کسی احساس جرم و ندامت کے بغیر کیوں کہ کیرل زندہ ہوتی اور دیکھ لیتی تب بھی کچھ نہ ہوتا۔ ان کی زندگی ایک دوسرے کے لیے کھلی کتاب تھی اور ان کے اعتماد کا رشتہ ایسے ہی قائم تھا۔

آخری صفحے سے گزر کر اس نے ڈائری بند کر دی اور کمرے میں ٹہلنے لگا اسے معلوم ہو گیا تھا کہ کیرل نے اسے زندگی کے اس راز میں شریک کیوں نہیں کیا تھا۔ وہ کرسمس پر ڈاکٹر کو یہ خوش خبری دینا چاہتی تھی کہ اس نے کسی کو اپنا رفیق حیات منتخب کر لیا ہے وہ کیرل جو اس گھر میں پہلے دن اپنے سارے کپڑے اتار کر اس کی گود میں آ بیٹھی تھی۔ جسے دو بار عصمت فروشی کے جرم میں عدالت کے سامنے پیش کیا گیا تھا جس نے عدالت کے سامنے اپنے جواں جسم کی سر عام نمائش کرتے ہوئے عار محسوس نہ کی تھی۔ جس کے لیے مرد ایک ڈالر کا دوسرا نام تھا اب چپکے چپکے عشق کر رہی تھی ان گنت مردوں کی آغوش میں اپنے جسم کے ٹھنڈے گوشت کو پھینک دینے والی طوائف اپنے اسی جسم کو ایک مقدس امانت کی طرح رسم دنیا کے مطابق مذہب کے اصولوں اور قانون کے ضابطوں کے مطابق صرف ایک مرد کے سپرد کرنا چاہتی تھی جو اس کی حفاظت کر سکے اور یہ

بے وقوف لڑکی جان سن سے اس طرح ڈرتی تھی جیسے ہر لڑکی آغاز شباب کے پہلے معاشقے پر باپ سے ڈرتی ہے اس نے ڈائری میں لکھا تھا۔

"اگر ڈاکٹر جان سن نے اسے پسند نہ کیا تو میں کیا کروں گی خداوند مجھے انتخاب کی آزمائش سے بچانا۔"

ڈاکٹر جان سن کا دل چاہا کہ وہ دھاڑیں مار مار کر روئے یا قہقہے مار کر ہنسے بھلا تم کیا کر سکتی تھیں کیرل اور میں کیا کر سکتا تھا یوں نہ تھا ہم نے فقط چاہا تھا یوں ہو جائے مگر یہ ہمارے اختیار کی بات نہ تھی انتخاب ہمارا نہ تھا مائیکل نے تفتیش کیے بغیر کیرل پر تہمت لگا دی تھی اور اسے مورد الزام قرار دے دیا تھا۔

اس نے ڈائری کو مقفل کر دیا اسے ایک سوال کا جواب تو مل گیا تھا یعنی یہ کہ کیرل کو تین ماہ کا حمل کیوں تھا لیکن اس سے جان سن کے مسائل ختم نہیں ہوتے تھے۔ اصل مسئلہ مائیکل کا عداوت آمیز رویہ تھا جس سے انتقام کی بو آتی تھی۔ وہ ڈاکٹر جان سن کو رسوا کرنے اور قتل کے جرم میں ملوث کرنے پر کمر بستہ نظر آتا تھا قدرت نے اسے موقع فراہم کیا تھا کہ دو سال بعد ڈاکٹر جان سن کو سچ بولنے کی سزا دے۔

دو سال پہلے لیفٹیننٹ مائیکل کا پارٹنر ایک جنونی کے ہاتھوں مارا گیا تھا خود مائیکل کے جسم سے تین گولیاں نکالی گئی تھیں اور وہ چھ ماہ تک موت و زیست کی کش مکش سے گزر کر اسپتال سے نکلا تھا تو اپنے پارٹنر کے قاتل کو قانون کے ہاتھوں تختہ دار تک گھسیٹ کر لے جانے کی قسم کھا چکا تھا۔ مگر قاتل کا دفاع کرنے والے وکیل نے یہ موقف اختیار کیا کہ ملزم ذہنی عدم توازن کا شکار ہے۔ تصدیق کے لیے عدالت نے ڈاکٹر جان سن کو بطور ماہر طلب کیا اور جان سن نے تفصیلی معائنے کے بعد قاتل زیفرن کو ناقابل علاج حد تک پاگل قرار دیا مائیکل کے عزائم خاک میں مل گئے اور زیفرن کو پاگل خانے بھیج دیا گیا۔ مائیکل نے بے بسی مایوسی اور اشتعال کے عالم میں ڈاکٹر جان سن پر الزام عائد کیا کہ اس نے قاتل کی حمایت کی اور اس کے دوست احباب سے رشوت لے کر غلط رائے دے دی لیکن جان سن کی رپورٹ سو فیصد ایماندارانہ مشاہدے پر مبنی تھی اور وہ بے بنیاد الزامات کی تردید بھی ضروری نہیں سمجھتا تھا اس کا رویہ اس

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

ماہنامہ نئے افق کراچی

ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کرینگے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زر سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

6000 روپے

میڈل ایسٹ، ایشیائی، افریقہ، یورپ کے لیے

5000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ، منی آرڈر، منی گرام، ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جا سکتی ہیں۔ مقامی افراد

ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر
0316-0128216

موبی کیش اکاؤنٹ نمبر
0300-8264242

رابطہ: طاہر احمد قریشی 0300-8264242

نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز

81 پیپر مینشن ہائی کلب آف پاکستان
اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

فون نمبر: 2/35620771-922+

naeyufaq.com

Info@naeyufaq.com

کے عزائم کا غماز تھا۔
وہ کیرل کے بستر پر لیٹ گیا جس میں اس کے بدن کی خوشبو بسی ہوئی تھی یونہی چھت کو گھورتے گھورتے اور سوچتے سوچتے اس نے سگریٹوں کا پیکٹ پھونک دیا گزرے ہوئے وقت کی وہ متحرک فلم جو اس کی کھلی آنکھوں کے سامنے سے گزر رہی تھی آنکھیں بند ہوتے ہی خواب بن گئی جس میں کیرل ہنوز زندہ تھی ہنستی مسکراتی۔ فائلیں نکالتی باتیں کرتی ٹائپ کرتی مستعد فرض شناس ذہین۔
وہ باہر نکلا تو سڑک دور دور تک خالی پڑی تھی۔ گہری دھند میں اسٹریٹ لائٹ کا اجالا ایک مختصر سے دائرے تک محدود ہوگیا تھا۔ جو کھمبے کے نیچے چند فٹ تک روشن نظر آتا تھا اور روشنی کے یہ دھبے سیاہی کی چادر میں سفیدی کے پیوند کی طرح پھیلے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ سرد رات میں ہر چیز ٹھٹھری ہوئی اور منجمد لگتی تھی۔
پیٹر کے گھر کی فضا میں زندگی تھی۔ خلوص تھا اور سینٹرل ہیٹنگ کے نظام کے باعث سردی کا وجود نہ تھا پیٹر نے اور اس کی بیوی لوزا نے بڑے اصرار سے جان سن کو اپنی شادی کی تیسری سالگرہ پر مدعو کیا تھا اور اسے تمام مہمانوں کے رخصت ہوجانے کے بعد بھی ایک کپ کافی کے لیے روک لیا تھا۔ پیٹر سے اس کے مراسم بڑے پرانے تھے اور اس کی بیوی لوزا بڑی خوبیوں کی مالک تھی۔ اس کے انداز میں اپنائیت کا اور بے تکلفی کا وہ سلوک ملتا تھا جو اعتماد عطا کرتا تھا پہلی بار اس سے ملنے والا بھی یوں محسوس کرتا تھا جیسے وہ اس کے خلوص اور عنایت سے اب تک محروم نہ تھا کبھی ماں کے روپ میں کبھی بہن بن کر اور کبھی بیٹی کی طرح یہی عورت پہلے بھی جینے کے لیے عزم اور محبت کا سرمایہ فراہم کرچکی ہے۔ ان حالات میں ڈاکٹر جان سن کے لیے نئی زندگی کے ہنگامے باعث تفریح نہ تھے لیکن وہ تنہائی سے فرار چاہتا تھا لوزا سے مل کر کچھ دیر کے لیے بھول جانا چاہتا تھا کہ بے گناہ ہونے کے باوجود اس کے پاس بے گناہی کا ثبوت نہیں اور مائیکل اس کے گرد شکوک وشبہات کا جال بنتا جارہا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی یہاں آنے کا ایک مقصد تھا وہ پیٹر کو بتا دینا چاہتا تھا کہ اس نے اپنے جس دوست کو مشورے کے لیے بھیجا تھا وہ عدم توازن کی اس منزل پر ہے کہ کسی بھی وقت اس کا دماغ الٹ سکتا ہے اور اس کا پاگل پن خطرناک صورت اختیار کرسکتا ہے کسی بھی معالج کے لیے وہ بڑا کٹھن وقت ہوتا ہے جب اسے مریض کے لواحقین کو بتانا پڑتا ہے کہ انہوں نے جو امیدیں وابستہ کی تھیں وہ غلط ہوگئی ہیں اور اپنی بے بسی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے پیٹر کا دوست برک بڑے اچھے عہدے پر فائز تھا اب اس کی ملازمت کا ختم ہوجانا اتنا ہی یقینی تھا جتنا اس کا پاگل خانے جانا۔
اس کی گاڑی سڑک کے دوسرے کنارے پر تھی۔ اس نے عادت کے مطابق سڑک کو عبور کرنے کے لیے فٹ پاتھ سے نیچے قدم رکھتے ہوئے دائیں بائیں دیکھا۔ سڑک بدستور خالی پڑی تھی۔ دونوں کناروں پر کاروں کی ایک قطار روشنیاں گل کیے خاموش کھڑی تھی۔ ابھی جان سن نے آدھی سڑک بھی طے نہیں کی تھی کہ یکلخت ایک کار کا سایہ سا نمودار ہوا۔ وہ کاروں کی قطار میں سے نکلنے والی کار ہی ہوسکتی تھی کیونکہ جان سن نے اسے دور سے آتے ہوئے نہیں دیکھا تھا یا شاید وہ لحہ بھر کے لیے غافل ہوا تھا اور کوئی کار اچانک روانہ ہوئی تھی۔ اس نے طویل کار کو اپنی سمت بڑھتے ہوئے دیکھا اور بے اختیار دو قدم پیچھے ہوگیا۔ کار نے بھی اپنا رخ بدلا اور جان سن کو اچانک ہیڈ لائٹس کے بند ہونے کا احساس ہوا اس کے ذہن میں پہلا خیال یہ آیا کہ ڈرائیور نشے میں دھت ہے وہ دوڑ کر آگے بڑھا کار لہرائی اور پھر جان سن کی طرف بڑھی۔
دوسرے کنارے کی فٹ پاتھ صرف دو قدم دور تھی۔ جب کار نے اسے آلیا۔ آخری وقت میں جان سن نے سمجھ لیا تھا کہ حملہ ان کی زندگی پر ہوا ہے مگر اس وقت فرار کی کوئی صورت نہ رہی تھی لیکن اس نے جست لگائی کار فٹ پاتھ پر چڑھ گئی اور اس کے بمپر اور بونٹ کا ایک کونا جان سن سے ٹکرایا۔ اسے یوں لگا جیسے کسی طاقت ور ہاتھ نے اسے اٹھا کے دیوار پر دے مارا ہے۔ اس نے کار کو چند انچ دور سے گزرتے اور قوس بناتے ہوئے فٹ پاتھ سے نیچے اتر کر فرار ہوتے دیکھا لیکن دیوار نے تصادم کے بعد اسپرنگ کی طرح آگے دھکیل دیا تھا وہ فٹ پاتھ کے سنگین فرش پر منہ کے بل گرا اور کوشش کے باوجود نہ اٹھ سکا۔ مکمل بے ہوشی نے اس سے یخ بستہ رات کا وجود کا اسٹریٹ لیمپ کے اجالے کا اور اپنی رگ رگ میں اترتے ہوئے درد کے احساس کو چھین لیا۔

ہوش آیا تو وہ ڈاکٹر ہیرس کے کلینک میں صاف ستھرے بستر پر لیٹا ہوا تھا اپنے سامنے لگی ہوئی کیلنڈر والی دیوار کی گھڑی پر نگاہ ڈالنے سے اسے معلوم ہوگیا کہ وہ قاتلانہ حملہ گزشتہ شب کی بات تھی زندگی کے یقین اور تحفظ کے احساس کے ساتھ ہی اس کی ذہنی و جسمانی صلاحیت بحال ہونے لگی۔ اس کے بدن کا جوڑ جوڑ درد کررہا تھا لیکن اس نے اندازہ کرلیا کہ جسم کی تمام ہڈیاں سلامت ہیں اور یہ درد چوٹ کا نتیجہ ہے۔ اس کی کمریوں ہوگئی تھی جیسے اس پر سیمنٹ کا پلاسٹر چڑھا دیا گیا ہے مگر تھوڑی سی قوت برداشت کا مظاہرہ کر کے وہ کروٹ بدلنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس اندھی کار کے قاتل ڈرائیور نے تو اپنی دانست میں جان سن کو ٹھکانے لگادیا تھا اور مطمئن ہوکر چلا گیا تھا مگر جان سن جو تصادم کے بعد ضرب کی شدت سے بے ہوش ہوا تھا کسی پولیس مین یا راہ گیر کی وساطت سے ڈاکٹر ہیرس کے پاس پہنچ گیا۔

اس کا رات بھر بے ہوش رہنا ناممکن تھا یہ ڈاکٹر ہیرس کے خواب آور انجکشن کا اثر تھا کہ وہ دس گھنٹے بعد ہوش میں آیا تھا تو صدمے کا اثر جسم تک محدود رہ گیا تھا اور وہ سوچنے سمجھنے کے قابل تھا۔

اپنی زندگی پر اس حملے کے بعد اس کے شکوک یقین میں بدل گئے تھے کارل مارک کو یقیناً کسی نے اس کے دھوکے میں مار دیا تھا۔

کیرل اس لیے ماری گئی تھی کہ اس نے قاتل کو دیکھ لیا تھا۔ وہ اپنی پہلی ناکامی کا ازالہ کرنے پہنچا تھا مگر جان سن کے نہ ملنے سے اس کے لیے ایک خطرہ یہ پیدا ہوگیا تھا کہ پھر کبھی موقع ملنے پر اس نے جان سن کو قتل کردیا تو کیرل اسے شناخت کرلے گی۔ اس کی سمجھ میں دو باتیں نہیں آتی تھیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا دشمن کون ہے اور کیوں اس کی جان کے درپے ہے۔ زر، زمین، اور زن کے علاوہ بھی دنیا میں قتل کے اسباب تھے تو جان سن کے لیے نہیں تھے دوسری بات کیرل کے قتل میں تشدد کے مظاہرے کی تھی اسے قتل کرنے کے لیے آنے والا اگر کیرل کو افشائے راز کے خوف سے ختم کرنا چاہتا تھا تو کم سے کم وقت میں اپنا کام ختم کر کے جاسکتا تھا لیکن کیرل کو بڑی اذیت دے کر ہلاک کیا گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اس سے کوئی مطالبہ کیا تھا جسے کیرل نے پورا نہیں کیا۔ شاید اس سے کوئی کیس فائل یا ٹیپ مانگا ہو اور اس نے چابی دینے سے انکار کردیا ہو۔ کوئی اس سے جان سن کے کسی مریض کے بارے میں کوئی ایسی بات معلوم کرنا چاہتا ہو جو کیرل نے نہ بتائی ہو اس خیال سے کہ بعد میں اس مریض کو بلیک میل نہ کیا جاسکے۔

جان سن کے پاس اپنے نفسیاتی مسائل لے کر آنے والے مروجہ طریقہ علاج کے مطابق آرام سے لیٹ کر اپنی زندگی کے بارے میں کسی بھی موضوع پر کسی بھی مسئلے کے متعلق بچپن سے اب تک پیش آنے والے کسی بھی واقعے کے بارے میں اپنے خیالات و تاثرات بیان کرنے لگتے تھے۔ وہ بولتے جاتے تھے اور آپ زندگی کے اوراق کو پلٹتے جاتے تھے۔ ذہن کے نہاں خانوں میں محفوظ یادوں کے ذخیرے سے ایک ایک یاد کو کرید کرید کر نکالتے جاتے تھے اور اپنے لاشعور میں پنہاں محبت اور نفرت کے جذبوں کو محرومی اور ناآسودگی سے جنم لینے والے احساس کمتری کو ناکامیوں کے اندیشوں کو اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کو بے نقاب کرتے جاتے تھے اور بے ترتیب گفتگو کے دوران جان سن نوٹ کرتا جاتا تھا کہ الجھی ہوئی شخصیت میں گتھیاں کہاں کہاں ہیں غیر ارادی طور پر کسی نے کیا کہہ دیا ہے اور اس سے کیا مطلب نکالا جاسکتا ہے۔

مریض کا ذہن ایک کباڑی کی دکان کی طرح ہوتا تھا اور جان سن ان کی باتوں کے ٹیپ سن کر ان کی زندگی کی تاریخ مرتب کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ کباڑی کی دکان میں چھپا ہوا یادوں کے پرانے ڈھیر میں دفن کہیں سے وہ چور جذبہ پکڑا جاتا تھا جو فساد کی جڑ ہوتا تھا۔

گزشتہ رات اس نے پیٹر کو مطلع کردیا تھا کہ اس کا دوست برک ذہنی جنوں میں ساری دنیا کو اپنا دشمن سمجھنے لگا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ہر شخص اس کے نادیدہ دشمنوں کے ساتھ اس کے قتل کی سازش میں شریک ہے اور اس کی جان لینے والے چوبیس گھنٹے سائے کی طرح ہر جگہ اس کا تعاقب کرتے ہیں۔ اس نے اپنے ملازم کو مار مار کر ادھ موا کردیا تھا۔ کیونکہ اسے شبہ ہوگیا تھا کہ ملازم نے کھانے میں سنکھیا ڈال دیا ہے اس نے کھانا چکھا تک نہیں تھا۔ محض سونگھ کر یہ فیصلہ کرلیا تھا اور پھر پولیس کو رپورٹ کرنے اور کھانے میں

زہر کی موجودگی ثابت کرنے کے لیے کیمیائی تجزیہ کرنے کی بجائے اس نے نوکر پر الزام عائد کر دیا کہ وہ دشمنوں سے مل گیا ہے اور اس نے رشوت لے کر برک کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔

اس کے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا کہ بیس سال کی نوکری کے بعد وہ ایک بینک میں نائب صدر کے عہدے تک پہنچا تھا اور اب صدر کے ریٹائر ہو جانے یا وفات پا جانے کی صورت میں صدر بننے کے خواب دیکھ رہے تھا لیکن وقت آیا تو انتظامیہ نے اسے نظر انداز کر دیا اور ایک بہت جونیئر افسر کو صدر بنا دیا۔ برک کے خیال میں یہ بھی اس کے دشمنوں کی سازش کا نتیجہ تھا جو اس کی رسوائی پر کمر بستہ تھے۔

اس کا یہ وہم یقین کی صورت اختیار کر چکا تھا کہ دشمن اپنی ریشہ دوانیوں سے پولیس کو بھی اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور پولیس اب اس چکر میں ہے کہ برک کو کسی قتل کے جھوٹے مقدمے میں پھانس کر یا اسے جاسوس اور ملک دشمن ثابت کر کے الیکٹرک چیئر پر بٹھا دے یا وہ بینک سے چیک کیش کرا کے نکل رہا ہو تو اسے گولی مار دے کہ وہ بینک لوٹ کر فرار ہو رہا تھا۔

عام لوگوں کے بارے میں اسے یقین تھا کہ دشمنوں کی فتنہ انگیزی اور شر پسندی کے باعث اسے ذلیل کرنے کے لیے اس پر سر راہ انگلیاں اٹھاتے ہیں فقرے کسے جاتے ہیں اور ہنستے ہیں دنیا میں اس کا دوست کوئی نہیں اور آس پاس ہر شخص اس سے نفرت کرتا ہے چنانچہ وہ ذہنی طور پر ان سب ”دشمنوں“ سے محتاط تھا۔

اس احساس کی بنیاد چار سال قبل پیش آنے والے ایک حادثے پر تھی۔ اس نے اپنی بیوی سے چوری چوری اپنے گھر سے دو سو میل دور ساحل سمندر پر ایک ہٹ کرائے پر لے رکھی تھی جہاں وہ عموماً اپنی سیکرٹری اور کبھی کبھار کسی بھی ہم خیال عورت کو لے کر بینک کے کام کو بہانہ بنا کر چلا جاتا تھا اور ہفتے کی چھٹی کے دو دن گزار کے تھکا ماندہ لوٹ آتا تھا۔ نائب صدر ہونے کے باعث اس کی آمدنی معقول تھی اور اسے بہت سی مراعات بھی حاصل تھیں۔

ایسے ہی ایک سرکاری کام کے دوران کسی راز داں نے اسے مطلع کیا کہ حادثے میں اس کا گھر نذر آتش ہو گیا ہے اور اس کے بیوی بچے مخدوش حالت میں نکالے گئے ہیں عیش و نشاط کے سرور انگیز لمحات میں اس المناک خبر کا شدید ردعمل ہوا اس نے آدھے ادھورے کپڑے پہنے اپنی سیکرٹری کو گھسیٹ کر کار میں ڈالا اور خطرناک راستوں پر حد رفتار کی پروا کیے بغیر کار کو دوڑانے لگا۔ ابھی اس کی سیکرٹری کچھ سمجھ بھی نہ پائی تھی اور اندھیرے میں جھٹکے کھاتی اچھلتی کار کے اندر بمشکل تمام لباس پہننے میں کامیاب ہوئی تھی کہ کار حادثے کا شکار ہو گئی۔ برک ہوش میں آیا تو اسے دو جان لیوا خبریں ملیں۔ ایک اپنے خاندان سے محروم تر ہو جانے کی۔ دوسری اپنی سیکرٹری کے ہلاک ہونے کی تحقیق و تفتیش کے اعصاب شکن مرحلوں سے گزر کر وہ سزا سے تو بچ گیا لیکن زندگی اس کے لیے سب سے بڑی سزا بن گئی۔

احساس جرم و گناہ نے اس کے ذہن کو متاثر کیا۔ دن بدن یہ احساس شدت اختیار کرتا گیا کہ وہ گھر پر ہوتا تو شاید کوئی حادثہ ہی پیش نہ آتا یا وہ اپنے بیوی بچوں کو ضرور بچا لیتا اس کی سیکرٹری بھی نہ ماری جاتی وہ ان سب کا قاتل ہے اور دنیا بھی سمجھتی ہے کہ اسے اپنے عہدے اور ناکافی شہادت کے باعث سزائے موت نہ ہو سکی لیکن اب دنیا تہیہ کر چکی ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں اور اسے مار دیا جائے اسے اپنی زندگی خطرے میں گھری ہوئی نظر آنے لگی کیونکہ وہ سمجھتا تھا ہر شخص اسے مار دینا چاہتا ہے۔ اس سے بعید نہ تھا کہ بے سبب کسی کو اپنی زندگی کا دشمن سمجھتے ہوئے قتل کر ڈالے کیونکہ اس کا جنون بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ ایک چلتا پھرتا ٹائم بم تھا جو کسی بھی وقت پھٹ سکتا تھا تکلیف کی شدت کے باوجود جان سن اٹھ کر بیٹھ گیا قتل برک نے کیے ہوں گے اس یقین کے ساتھ کہ وہ پہل نہ کرتا تو خود مارا جاتا۔ مائیکل کے اندر آ جانے سے اس کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس کے ساتھ اینجلو بھی تھا۔

”کیپٹن۔“ جان سن نے ان دونوں کے بیٹھتے ہی کہا ”تمام واقعات پر غور کرنے کے بعد میں پھر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ کوئی مجھے قتل کرنا چاہتا ہے قاتل کوئی پاگل یا جنونی ہے۔“

”جس نے کیرل کو غلطی سے ڈاکٹر جان سن سمجھ کے مار دیا۔ مائیکل نے زہر میں بجھی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”کیرل کو اس لیے مار دیا گیا کہ اس نے قاتل کا چہرہ دیکھ لیا تھا۔“ جان سن نے ضبط سے کام لے کر کہا۔

"یہ اتفاق ہے کہ میں کلینک میں نہیں تھا اور قاتل یقیناً یہ سمجھتا تھا کہ کیرل اسے بعد میں شناخت کرے گی اسے قاتل کی نیت کا علم ہو گیا ہوگا۔"

"یہ سب بے بنیاد مفروضات ہیں ڈاکٹر جان سن۔" مائیکل نے کہا۔

"مفروضات نہیں ہیں،، جان سن نے برہمی سے کہا۔ کار کا حادثہ غلطی کا نتیجہ نہیں تھا۔ مجھے قتل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔"

"شٹ اپ۔" مائیکل نے سخت لہجے میں کہا۔ "چیخنے چلانے سے تم بے گناہ ثابت نہیں ہو جاؤ گے تم پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہو تا کہ تفتیش کا رخ بدل جائے۔ غلطی سو فیصد تمہاری تھی کہ سڑک کے پار کرتے ہوئے تم نے اِدھر اُدھر دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی تم اس وقت نشے میں تھے یا......"

"سڑک پر اس وقت کوئی کار نہیں تھی۔ جب میں نے سڑک پر قدم رکھا تھا۔ کھڑی ہوئی کاروں میں سے کوئی اچانک چل پڑی تھی۔ عملاً اس نے اپنی ہیڈ لائٹس بند رکھی تھیں اور اس کا ارادہ مجھے کچل کر ہلاک کردینے کا تھا۔" جان سن نے کہا۔

"پھر اس نے اپنا ارادہ بدل کیوں دیا؟" مائیکل تلخ لہجے میں بولا۔ "اس نے پلٹ کر تم پر سے کار کیوں نہیں گزار دی جبکہ وہاں اسے دیکھنے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ ڈاکٹر جان سن خود اپنے سوا تمہارے دعوے کا گواہ کون ہے؟"

جان سن نے بے بسی سے اینجلو کی طرف دیکھا۔ مائیکل کے مقابلے میں اس کا رویہ بالکل مختلف صاف نظر آتا تھا کہ اسے جان سن سے ہمدردی ہے وہ اس کی مجبوریوں کو سمجھتا ہے لیکن وہ اپنی ہمدردی کا اظہار ڈاکٹر جان سن کی حمایت سے نہیں کرسکتا۔ نظام انصاف کے لیے کسی کا شجرہ نسب یا معزز پیشہ یا شریفانہ حلیہ اس کی بے گناہی کی سند نہیں ہوسکتا۔ قاتل تو ایک بے رحم غالب آ جانے والا شیطانی لمحہ ہے جو کبھی شاعر کے ہاتھوں سے قلم اور راہب کے ہاتھوں سے صلیب اور بچے سے کھلونا لے کر اسی ہاتھ میں خنجر تھما دیتا ہے جو ہابیل کو قابیل کے سر پر پتھر مارنے پر مجبور کردیتا ہے اور آدمی کو فرشتہ نہیں بننے دیتا۔

"مائیکل۔" جان سن نے کچھ دیر بعد کہا۔ "زیفرن کا کیا حال ہے؟"

نفرت سے مائیکل کا چہرہ بگڑ گیا۔ اس نے ٹیلی فون اٹھا کے جان سن کی گود میں رکھ دیا۔ "میں جانتا ہوں تم کو آج اچانک اس کا حال پوچھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہو رہی ہے۔ خود معلوم کرلو، وہ پاگل خانے سے فرار نہیں ہوا ہے۔"

"تھینک یو۔ میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔" ایک تکیے کے نیچے سے اس نے اپنی ڈائری نکالی اور برک کا فون نمبر تلاش کیا۔ "مائیکل! میں اپنا ایک شبہ دور کرنا چاہتا ہوں، اس نمبر پر ایک بینک کے نائب صدر مسٹر برک کی سیکرٹری کال ریسیو کرے گی۔ اس سے پوچھو کہ جس وقت میرے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا اور اس وقت جب کارل مارک کا اور کیرل کا قتل ہوا۔ مسٹر برک کہاں تھے۔" جان سن نے کہا۔

مائیکل نے بادل ناخواستہ نمبر ملایا۔ تقریباً دس منٹ کی گفتگو سن کے جان سن نے اندازہ کرلیا کہ اس نے غلط سوچا تھا حادثے کے وقت برک، انتظامیہ کی ایک میٹنگ میں موجود تھا۔ کیرل اور کارل مارک کی موت کے وقت وہ اپنے دفتر میں کام کر رہا تھا۔ بینک کا سارا عملہ اس کا گواہ تھا۔ یہ کلوزنگ کے دن تھے اور برک کے علاوہ بھی بہت سے لوگ چوبیس گھنٹے تک مسلسل کام کرتے رہے تھے۔ کوئی ایک منٹ کے لیے باہر نہیں نکلا تھا۔

"ڈاکٹر جان سن۔" مائیکل نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ویسے تو ہر قاتل کا ذہن خود کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے اور حالات سے پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش میں اپنا جرم کسی بے گناہ کے سر تھوپنے کی جدوجہد کرتا ہے مگر تعلیم یافتہ مجرم آخر تک خود فریبی کا شکار رہتا ہے۔ تمہارے لیے بھی مزید خوش فہمی خودکشی کے مترادف ہوگی بہتر ہے ابھی سے کسی ماہر وکیل کی خدمات حاصل کرلو۔" اس کے لہجے میں کسی فرض شناس پولیس افسر کا غیر جذباتی انداز نہیں تھا۔ اس کے سپاٹ اور سرد لہجے میں ایک پرانے عزم کا اعادہ تھا کہ ڈاکٹر جان سن۔ مجھے کسی نہ کسی سے تو اپنے دوست کے لہو کا یہ قرض وصول کرنا ہی تھا۔ اس لہو کے رائیگاں جانے کا کوئی سوال نہیں تھا۔ کل تمہاری عطا کردہ دیوانگی کی سند نے قاتل کو زندگی کی ضمانت فراہم کردی تھی۔ مگر آج تمہاری فرزانگی تمہاری زندگی کی ضامن نہ بن سکے گی۔ مائیکل پلٹا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ اینجلو چند سیکنڈ تذبذب

کے عالم میں کھڑا رہا۔

''سارجنٹ اینجلو۔'' ڈاکٹر جان سن نے درخواست کے انداز میں اینجلو سے کہا۔ ''تم میری کوئی مدد نہیں کرسکتے؟ خدا کی قسم میں بالکل بے گناہ ہوں میں نے کسی کو قتل نہیں کیا۔ خطرہ تو میری اپنی زندگی کو ہے۔''

''میں...... میں سمجھتا ہوں، ڈاکٹر جان سن۔'' اینجلو نے آہستہ سے کہا۔ ''مگر مائیکل آپ کو قاتل ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے۔''

''وہ انتقام کی خواہش میں اندھا ہو رہا ہے۔'' جان سن نے کہا۔ ''کیونکہ میں نے اس کے دوست کے قاتل زیفرن کو پاگل قرار دے کر سزائے موت نہیں ہونے دی تھی۔ میں نے ایمانداری سے اپنی رائے دی تھی۔ کسی لالچ یا دباؤ کے باعث نہیں۔''

''مجھے، مجھے معلوم ہے ڈاکٹر جان سن۔'' اینجلو نے دروازے کی طرف دیکھا۔ ''میں کوشش کروں گا کہ یہ بات پولیس کمشنر کو معلوم ہو جائے اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کرسکتا۔'' باہر سے مائیکل کی آواز سن کر وہ تیزی سے بڑھا۔ ''پلیز ڈاکٹر اس گفتگو کا علم مائیکل کو نہیں ہونا چاہیے ورنہ وہ میرا بھی دشمن ہو جائے گا۔''

اس نے باہر نکلتے نکلتے کہا، جان سن نے اقرار میں سر ہلایا۔ وہ ذہنی و جسمانی طور پر خود کو بہتر محسوس کر رہا تھا۔ اسے اپنے مریضوں کا خیال آیا جو مطب کو بند پا کے مایوس ہو جائیں گے کیونکہ اب کیرل بھی نہیں۔ جو انہیں کچھ بتا سکے اور یہاں لیٹ کر اپنی زندگی کے بارے میں پریشان ہونے سے کچھ حاصل بھی نہ تھا۔ تفکرات سے بچنے کا مناسب ترین اور واحد حل مصروفیت ہو سکتی تھی مگر ڈاکٹر ہیرس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اپنے دوست کو ہنسی خوشی جانے کی اجازت دے گا۔ بعید از قیاس بات تھی جان سن نے بستر سے اٹھ کر الماری کھولی، اس کے کپڑے الماری میں لٹکے ہوئے تھے چند منٹ کے اندر اندر اس نے اسپتال کا لباس اتار کے اپنا سوٹ پہن لیا جو حادثے میں خراب ضرور ہوا تھا لیکن پھٹا نہیں تھا پھر وہ کھڑکی سے باہر کود گیا۔

ٹیری برن نے عمداً دوسرے مریضوں کو پہلے ملاقات کا موقع دیا تھا اور خود آخر تک بیٹھی رہی تھی جان سن اس حرکت کا مطلب سمجھتا تھا ''ٹیری! تمہاری باری تو بہت پہلے آ گئی تھی۔'' اس نے نرمی سے کہا۔

''ہاں۔'' وہ بے نیازی سے بولی۔ ''مگر میں ہمیشہ تخلیہ چاہتی ہوں مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ جب میں تم سے بات کرنے آؤں تو باہر دس مریض پہلو بدل بدل کر میرے نکلنے کا انتظار کر رہے ہوں اور تاخیر پر مجھے کوس رہے ہوں مجھے تو تمہاری وہ سیاہ چمڑی والی سیکرٹری بھی زہر لگتی تھی۔'' وہ گدے دار بینچ پر الٹی لیٹ گئی اور کہنیوں کے بل سر اٹھا کے جان سن کو دیکھنے لگی۔

''ٹیری۔'' جان سن نے تنبیہ کے انداز میں کہا'' کیرل کی بجائے اپنے بارے میں بات کرو۔''

ٹیری بیرن کے غیر ضروری طور پر کشادہ گریبان سے پر شباب سرکشی پر آمادہ تھیں لیکن لباس کو ٹیری برن ہمیشہ غیر ضروری تکلف اور جسم کو قید رکھنے کی بے مصرف کوشش سمجھتی آئی تھی چنانچہ اسے احساس بھی نہیں تھا۔

''اپنے بارے میں کیا خاک بات کروں۔'' وہ دونوں پیر گھٹنوں سے موڑ کر آگے پیچھے ہلاتے ہوئے بولی۔ ''تم میری سنتے کہاں ہو۔''

''میں سب کی سنتا ہوں۔'' جان سن نے کہا ''لیکن میں تمہاری خواہش پوری نہیں کرسکتا۔''

''آخر کیوں؟'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ''کیا میں تمہاری اس حبشی داشتہ سے بھی گئی گزری ہوں کیا میں عورت نہیں ہوں تم جس پہلو سے دیکھنا چاہو جس طرح آزمانا چاہو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

''مگر مجھے تمہاری اس گفتگو پر سخت اعتراض ہے۔'' جان سن نے کہا۔ ''یہ بے شرمی تمہیں زیب نہیں دیتی۔''

''ڈارلنگ تم بھی کیسی مزے کی باتیں کرتے ہو بھلا شرم کیا چیز ہوتی ہے۔ عورت اور مرد کا رشتہ ازل سے ابدی ہے جسم کی ایک ضرورت ہے جیسے پیٹ بھرنا یا سونا۔ باقی سب ڈھکوسلے ہیں۔ مثلاً شادی سب سے بڑی خود فریبی ہے۔ جس میں بے وفائی کی جرأت ہی نہ ہو اس کے لیے وفاداری مجبوری بن جاتی ہے۔'' وہ بے اختیار ہنسی۔

''یہ صرف تمہارے بیمار ذہن اور تمہارے حالات کا قصور ہے۔'' جان سن نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ ''ٹیری برن دھوکا صرف تمہارے ساتھ ہوا ہے۔ جو کہ خود تم اپنے ساتھ کر رہی ہو اور تم سمجھتی ہو۔ دنیا میں سب ایک

Pakistanipoint.com

دوسرے کو دھوکا دے رہے ہیں۔" جان سن نے کہا "اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے مطمئن ہیں اور قناعت کی پر سکون ازدواجی زندگی بسر کر رہے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہیں ناجائز تعلقات استوار کرنے کے مواقع حاصل نہیں۔"

"شٹ اپ۔" ٹیری نے ہاتھ بڑھا کے جان سن کے لبوں سے سگریٹ اچک لی۔

"آنکھیں بند کر لینے سے حقیقت نہیں بدل جاتی۔" وہ سگریٹ کا ایک کش لے کر دھواں جان سن پر چھوڑتے ہوئے بولی۔ "مثلاً میرا شوہر نامرد ہے اس میں خود کو دھوکا دینے والی کون سی بات ہے اور یہ بات مجھے شادی سے قبل بھی معلوم تھی میں نے خود کو بھی دھوکا نہیں دیا تھا۔"

"اور ان کے باوجود تم نے یہ رشتہ قبول کر لیا تھا۔" جان سن نے دوسری سگریٹ سلگائی۔ "کبھی تم نے غور کیا ہے ٹیری کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ تمہاری جگہ کوئی عام عورت ہوتی تو یہ شادی بھی نہ کرتی مگر تمہیں اپنی ہوس پرست فطرت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے ایک لائسنس کی ضرورت تھی۔ جو عورت شادی کے بغیر یہ لائسنس لے وہ طوائف کہلاتی ہے مگر تم نے شوہر کی معذوری کو جواز بنا لیا اور خود ہی اس بات کو مشتہر کیا تاکہ تمہاری آوارگی کا ذمہ دار تمہارا شوہر کہلائے۔"

"اپنی یہ بکواس بند کرو۔" ٹیری نے سگریٹ کو دونوں انگلیوں کے درمیان مسل دیا۔

"میں عام عورت نہ کبھی تھی نہ اب ہوں۔ کیونکہ وہ گھر جہاں میں نے پرورش پائی عام گھر نہیں تھا۔ وہاں میری ماں تھی جو گھر کا خرچ چلانے کے لیے کبھی کبھی رات کو گھر سے باہر بھی رہ جاتی تھی اور صبح میرا نکھٹو باپ اس سے نظریں ملائے بغیر پوچھتا تھا۔ خیریت تو تھی ڈارلنگ رات تم گھر نہیں آئیں اور میری ماں مشتعل ہوئے بغیر جواب دیتی تھی ہاں مجھے فلاں سہیلی نے روک لیا تھا کہ اتنی رات گئے اکیلی گھر جاؤ گی ان کی تو کار خراب تھی پھر وہ میرے باپ کو دس بیس ڈالر پکڑا دیتی تھی اور وہ چپکے سے سٹک جاتا تھا جب کبھی ایسا موقع آتا تھا تو میں دیکھتی رہتی تھی کہ میرا باپ اپنی بیوی کی واپسی کا کتنی بے چینی سے منتظر ہے کیونکہ اس کا نشہ ٹوٹ رہا ہے۔ کمانے کا یہ فن میری ماں سے میری بڑی بہن نے سیکھا۔ وہ بڑی فراخ دل لڑکی تھی۔ میری ماں کے مقابلے میں زیادہ کما کے لاتی تھی مگر کبھی احسان نہیں جتاتی تھی۔ میں اس کے رنگ برنگے بیش قیمت کپڑے اس کا سامان آرائش اس کے ہینڈ بیگ جوتے اور ہیئر اسٹائل دیکھ دیکھ کر جلتی رہتی تھی۔ ایک مدت تک وہ میری ہر خواہش پوری کرتی رہی پھر ایک دن اس نے مجھے بڑی محبت سے اور بڑے خلوص سے سمجھایا کہ ٹیری ہمیشہ کسی کا دست نگر رہنا اچھی بات نہیں۔ اب تم اپنی ضروریات خود پوری کر سکتی ہو میں اس کے مشورے پر حیران رہ گئی کیونکہ یہ خیال مجھے واقعی کبھی نہیں آیا تھا اس روز میں نے غسل کے دوران اور بعد میں سج دھج کے آئینے میں اپنے سراپا کو دیکھا تو مجھے یقین نہ آیا کہ میری عمر صرف تیرہ سال ہے۔ جب میں باہر جانے لگی تو میری بڑی بہن نے عقل و دانش پر مبنی اصول تجارت کا ایک اور سنہری مشورہ دیا۔ اس نے کہا ٹیری دنیا بڑی تنگ دل لالچی اور بے ایمان ہے کاغذ کے نوٹ بچاتی ہے اور الفاظ کے خوب صورت خزانے لٹا کے محبت کا چکر چلا کے اور حسن کے قصیدے پڑھ کے اپنا کام نکالنے کی کوشش کرتی ہے لیکن خوب صورت الفاظ اور محبت کے وعدے اور حسن کے قصیدے سے پیٹ نہیں بھرتے۔ کام وہی کاغذ کے نوٹ آتے ہیں۔ ورنہ دکان میں جھاڑو پھر جاتی ہے۔ میں نے یہ بات گرہ میں باندھ لی اور اپنے حسن و شباب کے دروازے قبل از وقت کھول دیے لیکن ٹکٹ بلیک میں بیچتی رہی۔ تم نے تو دیکھا ہی ہوگا کہ ہر اچھی چیز بلیک میں دگنے تین گنے داموں بھی بک جاتی ہے۔ میں بڑی اچھی چیز تھی چنانچہ میں نے اپنی استاد اور استاد کی استاد ماں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ وہ ایکسٹرا بھی نہ بن سکیں۔ میں اتنی بڑی فلمسٹار بن گئی مگر لائٹ مین اور کیمرہ مین سے پروڈیوسر ڈائریکٹر تک بڑی لمبی مسافت تھی جو میں نے بدن کو زاد راہ بنا کے طے کی کیا میں نے کوئی گھاٹے کا سودا کیا؟"

"نہیں۔" جان سن نے سر ہلا کے کہا۔ "گھاٹے کا سودا تم نے اس منزل پر پہنچ کے کیا آخر کیوں ٹیری؟"

"اگر میں سچ بولوں گی تو تم مجھے بے شرم کہو گے شوق سے کہو ٹیری نے اسکرٹ کو آخر تک اٹھا کے اپنی ایک ران کو کھجایا۔ "دنیا نے تو تنگ آ کے مجھے بے شرم کہنا بھی چھوڑ دیا

ہے حقیقت یہ ہے ڈارلنگ کہ میں کبھی آسودہ نہیں ہوئی صحرا کو عبور کرنے والے مسافر کی طرح میری بھی پیاس نہیں بجھتی۔ دن رات، ہر لمحہ میرا دن العطش العطش پکارتا ہے۔ایک بار میں ایک یونانی کروڑ پتی کی داشتہ کی حیثیت سے اس کے پرائیویٹ بحری جہاز پر سفر کر رہی تھی۔ اس کے تین بھائی تھے جو بڑے بھائی کے مال پر رال ٹپکایا کرتے تھے اور مجھے دور دور سے ندیدوں کی طرح تکتے رہتے تھے۔ میں ان بیچاروں کی مجبوری سمجھتی تھی۔ ایک روز مجھے موقع مل گیا اور اس کروڑ پتی کے بیدار ہونے سے قبل ہی تینوں کے دل کی مراد پوری کردی۔ کیا کسی کے دل کی مراد پوری کرنا گناہ ہوتا ہے۔ مثلاً بھوکے کو روٹی کھلانا یا پیاسے کو پانی پلانا۔ جہاز کا کپتان بڑا خبیث تھا۔ نہ جانے کیسے اسے معلوم ہوگیا اور وہ مجھے بلیک میل کرنے پر اتر آیا میں نے کہا۔ کمینے یہ تو بہتی گنگا ہے ہاتھ دھونے ہیں تو دھولے دل کیوں میلا کرتا ہے۔ گڑبڑ یہ ہوئی کہ ہاتھ سب کے گندے تھے چنانچہ بڑا زبردست اسکینڈل بنا اور کروڑ پتی کی اجارہ داری سخت مجروح ہوئی۔ اس نے مجھے بیک بنی و دو گوش نکال دیا۔ مگر اس وقت تک میں ایک لاکھ ڈالر سے زیادہ نقد اور اتنی ہی رقم کے تحائف وصول کر چکی تھی۔ بدنامی میرا کیا بگاڑ سکتی تھی۔ چار سال بعد میں نے شادی کرلی اس الو کے پٹھے سے جواب میرا شوہر بنا پھرتا ہے مجھے اس میں ایک بڑی خوبی یہ نظر آئی کہ وہ غیرت کے نام سے نا آشنا تھا بعض نامرد بھی غیرت مند ہوتے ہیں لیکن فریڈ میں یہ بات نہیں حال ہی میں تم نے اخبارات میں ایک اور اسکینڈل دیکھا ہوگا میری سالگرہ کی تقریب کے بارے میں۔''

''تم نے اس خبر کو بے بنیاد لغو اور بدنام کرنے والوں کی سازش قرار دیا تھا۔'' جان سن نے کہا۔

ٹیری قہقہہ مار کر ہنسی۔ ''ہاں مگر وہ خبر غلط نہیں تھی۔ میں نے اپنی پچیسویں سالگرہ چھٹی بار منائی تھی۔ چوبیسویں پانچ دفعہ منائی تھی۔ تئیسویں چار مرتبہ۔ بیسویں سے قبل حساب میں کوئی گڑبڑ نہیں کی تھی۔ میں نے اب کوئی نہیں جانتا کہ میری عمر اصل چالیس سال ہے مگر کیا میں چالیس کی لگتی ہوں؟ میرے جسم میں اور پچیس برس کی عورت کے جسم میں کوئی فرق نہیں مگر تمہیں تو ایک بار بھی تصدیق کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ میں پوچھتی ہوں کہیں تم بھی فریڈ تو نہیں ہو؟'' وہ نیچے اتر آئی۔ ''میں تصدیق کرنا چاہتی ہوں اجازت ہے؟''

''میں نے تمہیں پہلے ہی دن بتا دیا تھا کہ تم حد سے بڑھو گی تو مریض اور معالج کا رشتہ بھی ختم ہو جائے گا۔'' جان سن نے کہا۔

''اچھا بابا ناراض کیوں ہوتے ہو۔'' وہ شرمندہ ہوئے بغیر بولی۔ ''ایک سگریٹ تو دے دو گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی۔''

وہ سگریٹ لے کر پھر لیٹ گئی۔ ''فریڈ اچھا آدمی ہے مجھ سے بڑی محبت کرتا ہے اس نے میری سالگرہ کا زبردست اہتمام کیا تھا۔ روشنی کے لیے پچیس قد آدم موم بتیاں تھیں۔ شراب کے دس فوارے تھے سو پونڈ کا کیک تھا اور دو سو مہمانوں کی دعوت کا انتظام تھا۔ ایک بینڈ تھا جس میں دس افراد تھے میں نے تو صرف بینڈ ماسٹر کو مدعو کیا تھا۔ معلوم ہے کیوں؟ اس کی صورت تم سے بہت ملتی تھی بیوٹی فل مین۔ بعد میں وہی بحری جہاز والا مسئلہ بن گیا۔ دراصل ان سب میں زبردست اتفاق تھا اور اتفاق میں برکت ہے۔ میں تو ان کے ڈسپلن کی بھی قائل ہوگئی۔ خیر مجھ پر تو جو بیتی سو بیت گئی۔ یہ بتاؤ کہ فریڈ کیا د پکتا رہا؟ میرا حوصلہ؟ میں تو سارے مہمانوں کی تواضع کر سکتی تھی۔''

''ٹیری۔'' جان سن نے اکتا کر کہا۔ ''مجھے بتاؤ یہ سب تم کیوں کرتی ہو؟''

''یہ میں بتاؤں؟'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ''ماہر نفسیات میں ہوں یا تم ہو؟ بس میرا دل چاہتا ہے کہ ہر وقت یہی باتیں کرتی رہوں۔ اس سے بھی زیادہ گندی خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔ مجھ پر چوبیس گھنٹے جنس سوار رہتی ہے اور میرے اختیار میں ہو تو میں مگر چھوڑو، تم کبھی یقین نہیں کرو گے کہ جس مٹی سے میرا بدن بنا ہے۔ اس پر بادل رکے بنا متواتر مسلسل رستے رہیں تب بھی اس کی پیاس نہیں بجھے گی۔ شاید دنیا میں اپنی نوعیت کی میں ایک ہی عورت ہوں۔''

جان سن تلخی سے مسکرایا۔ ''یہ تمہارا خیال ہے ٹیری ایک بیمار ذہن کا بیمار خیال تم میں اور ایک عام عورت میں کوئی فرق نہیں۔ نہ جسمانی ضروریات کے اعتبار سے بات

صرف ایسا سمجھنے کی ہے ورنہ تم دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو۔ تمہاری بیماری کی یہ نوعیت بھی منفرد نہیں۔ تم جیسی ان گنت عورتیں یہی سمجھتی ہیں مگر دوسری جنگ عظیم میں وہ طوائفیں جن کی عمر یہی پیشہ کرتے گزر گئی تھی۔ نازی فوجیوں کی ایک بٹالین کے حملے سے رات بھر میں مر گئیں۔ ایک رجمنٹ یا بریگیڈ یا ڈویژن نہیں صرف ایک بٹالین، تمہارا دعویٰ سن کر مجھے ہنسی آتی ہے۔''

ٹیری بجلی کی طرح اٹھی۔ ''تم...... تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو۔'' خفت اور احساس ذلت سے اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ ''کمینے۔'' اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور چینی کا ایک گلدان اٹھالیا۔ ''میں طوائف ہوں۔'' اس نے گلدان جان سن پر کھینچ مارا گلدان دیوار سے لگا اور پاش پاش ہوگیا۔ ٹیری نے اپنا بیگ اٹھایا اور تیر کی طرح دروازے کی طرف گئی۔

''گلدان کے دو سو ڈالر تمہارے بل میں شامل ہوں گے ٹیری برن۔'' جان سن نے سکون سے کہا۔

ٹیری نے شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھا اور لپک کر باہر نکلنا چاہا اندر آنے والی عورت ٹیری سے ٹکرا گئی اور اس کا گلدستہ نیچے گر گیا۔ ٹیری نے پھولوں کو ایڑی سے مسل دیا اور نو وارد عورت کو ہکا بکا چھوڑ کر بھاگ گئی۔

''یہ...... یہ کون تھی......؟'' وہ ٹیری کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ جواب لفٹ میں غائب ہو چکی تھی۔

جان سن نے آگے بڑھ کے زخم خوردہ پھولوں کو اٹھایا۔ ''تم تو جانتی ہو میرے پاس قسم قسم کے لوگ آتے ہیں الزبتھ۔'' الزبتھ مسکرائی برگ گلاب جیسے شگفتہ و شاداب رخساروں کے درمیان ایک ننھا سا گڑھا پڑ گیا اس کے موتیوں جیسے دانت جھلملائے اور اس کی سدا اداس نظر آنے والی سیاہ آنکھوں میں پل بھر کے لیے ستارے روشن ہوگئے۔ یہ دنیا کی واحد عورت تھی جس کے عشق سے انکار جان سن کے اختیار کی بات نہیں تھی۔

''میں نے اخبار میں دیکھا تھا کہ تم حادثے میں زخمی ہوگئے ہو۔'' الزبتھ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں جکڑ کے کہا۔ اس کی حیا آلودہ نظریں جان سن کو تباہ ہو جانے والے گلدستے کو بڑے اہتمام سے میز پر سجاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ ''میں اسپتال گئی تھی لیکن مجھے معلوم ہوا کہ تم اسپتال سے فرار ہو چکے ہو۔''

''تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اخبار والے کتنا سچ بولتے ہیں۔'' جان سن نے مسکرا کے کہا ''لیکن تم کھڑی کیوں ہو؟''

''میں...... میں اب چلتی ہوں۔'' اس نے ہمیشہ کی طرح اچانک نروس ہوتے ہوئے کہا۔ ''آئی ایم سوری یہ پھول خراب ہو گئے۔''

''خلوص کا رنگ اور محبت کی خوشبو ہو تو پھول کبھی خراب نہیں ہوتے۔'' جان سن نے کہا۔ ''تھینک یو ویری مچ اگر چند منٹ بیٹھ بھی جاؤ تو کیا ہے۔'' ٹیری باد سموم کی طرح آئی تھی اس کے مقابلے میں الزبتھ کا آنا نسیم بہار کی طرح تھا جان سن چاہتا تھا اگر وہ بیٹھ جائے تو اس سے بہت سی باتیں کرے مگر وہ اس کے سامنے بیٹھ گئی تو اس کے جمال لب و رخسار کی دید کے سوا ذہن سے ہر بات فراموش ہو گئی۔

وہ پاس آئے تو موضوع گفتگو نہ ملے
وہ لوٹ جائے تو ہر گفتگو اسی سے رہے

''مجھے جمعہ کو آنا تھا۔'' الزبتھ نے اس کی خاموشی سے گھبرا کر پہلو بدلا شاید اس کے بعد میں نہ آسکوں۔''

دل کا وہ آئینہ جس میں تصویر یار تھی ایک چھناکے سے بکھر گیا۔ ''کیوں؟'' جان سن نے اپنی محویت سے چونک کر کہا۔

''میں اپنے شوہر کے ساتھ جا رہی ہوں۔'' الزبتھ نے کہا ''لیکن میں جمعہ کو ضرور آؤں گی۔'' وہ کھڑی ہو گئی۔

''میں انتظار کروں گا۔'' جان سن نے ڈوبتے ہوئے دل کو سنبھال کر کہا۔ الزبتھ نے اپنی بڑی بڑی حیران آنکھیں اٹھا کے اس سے ان گنت سوال کیے کہ جان سن انتظار کیوں۔ انتظار کس لیے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں ایک شادی شدہ عورت ہوں جسے اپنے شوہر سے محبت ہے میں اپنے گھر میں بہت خوش ہوں اور مطمئن ہوں۔ کیا تمہیں احساس نہیں کہ میرے اور تمہارے درمیان صرف مریض اور ڈاکٹر کا رشتہ ہے اور کیا تم یہ نہیں سمجھتے کہ ہم دونوں ہی شوریدہ سر جذبات کی عمر سے آگے نکل چکے ہیں۔ ہمارے لیے عشق کا ناٹک رچانا غلط ہی نہیں خطرناک بھی ہے اُس سے میری ازدواجی زندگی بھی تباہ ہو سکتی ہے اور

Pakistanipoint.com

تمہاری پریکٹس اور شہرت بھی لیکن یہ سب ایسے سوال تھے جو خود جان سن نے بھی الزبتھ کے چلے جانے کے بعد ہمیشہ اپنے آپ سے کیے تھے اور یہی ان کی بے بسی تھی کہ آج تک وہ کسی سوال کا جواب تلاش کرنے میں ناکام رہا تھا۔ یہ سمجھتے ہوئے بھی الزبتھ کی چاہت عمر کے اور عقل کے اور مصلحت کے تقاضوں کے خلاف ہے اس سے پیشہ ورانہ احساس فرض کا تقدس مجروح ہوتا ہے اپنی ذات پر اعتماد کو شکست ہونے لگتی ہے وہ اس عشق پر مجبور تھا اور اب اس مجبوری کو تسلیم کر چکا تھا الزبتھ اس کے لیے دنیا کی سب سے حسین عورت تھی مگر الزبتھ کی شخصیت جتنی دلفریب تھی اتنی ہی پراسرار بھی تھی ایک تو اس نے کبھی یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کا شوہر چارلس کا کاروبار کیا ہے۔

الزبتھ کے چلے جانے کے بعد بھی وہ سگریٹ سلگائے اسی کے بارے میں سوچتا رہا۔ وہ آج تک سمجھ نہیں پایا تھا کہ چھ مہینے پہلے الزبتھ اس کے پاس کیوں آئی تھی۔ مگر ان چھ مہینوں میں جان سن نے ایک بات سمجھ لی تھی۔ الزبتھ بالکل نارمل تھی۔ وہ کسی ذہنی الجھن یا پریشانی کا شکار نہیں تھی۔ اس نے چھ ماہ میں کم سے کم بارہ مرتبہ جان سن سے وقت لیا تھا پہلی بار کے سوا جب وہ آدھے گھنٹے بعد رخصت ہوگئی تھی جان سن نے اس سے ہر بار ایک گھنٹے تک ہر طرح کے سیکڑوں سوال کیے تھے جو کچھ اس نے بتایا تھا وہ جان سن کے جذبات کو سرد کرنے کے لیے کافی تھا۔ مگر رفتہ رفتہ اسے شبہ ہونے لگا تھا کہ الزبتھ جھوٹ بول رہی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ شوہر اسے دیوانہ وار چاہتا ہے۔ اسے ذہنی وجسمانی آسودگی حاصل ہے۔ سیر وتفریح کے مواقع میسر ہیں۔ اس کا گھر پانچ ایکڑ کے ایک فارم کے درمیان پرانی وضع کا عظیم الشان محل ہے جس کے ایک مخروطی مینار پر پیتل کا مرغ باد نما لگا ہوا ہے اور یہ گھر شوہر نے محض اس کی خوشنودی کے لیے خریدا ہے چارلس کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں چارلس اس کے کہیں آنے جانے پر معترض نہیں ہوتا اور کسی کو مدعو کرنے یا کسی کے ساتھ گھومنے پھرنے کے لیے جانے پر حسد کا شکار نہیں ہوتا۔ الزبتھ کے بیان کے مطابق تو چارلس آدمی نہیں فرشتہ تھا۔ مجموعہ صفات اور یہی بات جان سن کو نارمل نہیں لگتی تھی۔ انسانوں کی اس دنیا میں جہاں سب خطا کار ہیں اور کسی کی ذات بے عیب نہیں الزبتھ کو یہ فرشتہ کہاں سے مل گیا؟ کہیں یہ تو نہیں کہ اس نے اپنے تصور میں ایک گھر آباد کر رکھا ہو جس میں سب کچھ اس کے خوابوں کے اور اس کی خواہشات کے عین مطابق ہو اور بغرض محال ہو کچھ الزبتھ نے بتایا ہے وہ غلط نہیں ہے تو کسی ماہر نفسیات کے پاس آنا چہ معنی دارد؟ اسے یاد تھا کہ ایک بار یہی سوال اس نے الزبتھ سے کیا تھا کہ ان حالات میں وہ اس کے لیے کیا کر سکتا ہے اور الزبتھ نے بہت سوچنے کے بعد کہا تھا کہ اس کی سب سے بڑی دشواری یہی ہے کہ وہ ذہن کی بات زبان پر نہیں لا سکتی۔ اس کے لیے وضاحت مشکل ہے کہ اس کی الجھن کیا ہے۔ جان سن کا خیال تھا کہ بعد میں وہ اس کی باتوں سے مرض کی تشخیص کے قابل ہو جائے گا لیکن یہ وقت آنے سے پہلے ہی وہ خود مریض عشق بن گیا۔ الزبتھ کو اس کے مشورے کی قطعی ضرورت نہ تھی مگر وہ اسے مشورے کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت دے رہا تھا اور تعجب کی بات یہ تھی کہ الزبتھ بھی بڑی پابندی سے آ رہی تھی۔ بارہا جان سن کے منہ سے بے اختیار کوئی ایسی بات نکل گئی تھی جو اس کے دلی جذبات کی آئینہ دار تھی۔ مگر الزبتھ نے برا نہیں مانا تھا وہ اس سے کھل کر یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ الزبتھ میں تجھ سے محبت کرنے لگا ہوں اور اب محض اپنی مجبوری کے تحت تمہیں بلاتا ہوں۔ وہ ڈرتا تھا کہ الزبتھ آنا ہی نہ چھوڑ دے۔ اس کے خیال میں یہ ناممکن تھا کہ الزبتھ نے اب تک اس کی آرزو کو اس کی آنکھوں میں نہ پڑھ لیا ہو۔ دنیا کی کون سی عورت مرد کے دل کی بات کو لبوں پر آنے سے پہلے ہی نہیں سمجھ لیتی۔ اگر وہ برا مانتی یا اسے منظور نہ ہوتا تو وہ لوٹ کر نہ آتی۔ مگر اس کے ساتھ ہی الزبتھ نے اپنے رویے سے بھی اس کی حوصلہ افزائی بھی نہ کی تھی۔ چنانچہ وہ شدید الجھن میں مبتلا تھا۔ مگر اب اچانک اس کی ساری الجھنوں کا خاتمہ ہو رہا تھا۔ الزبتھ سے آخری ملاقات باقی رہ گئی تھی۔

ٹیلی فون کی گھنٹی پر وہ چونکا اتنی رات گئے اسے یہاں فون کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ ٹھیک آٹھ بجے کلینک سے اٹھ جاتا ہے۔ ''ڈاکٹر جان سن؟'' کسی مرد نے سوال کیا۔

''ہاں۔'' جان سن نے کہا۔ ''فرمایئے۔'' لیکن فون بند ہو چکا تھا۔ کوئی بات کیے بغیر فون کرنے والے نے ریسیو

Pakistanipoint.com

رکھ دیا تھا اور یہ آواز اتنی صاف سنائی دی تھی کہ جان سن کے لیے لائن کٹ جانے کا شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس نے ریسیور رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا اس کے کلینک میں تو سب ہی نفسیاتی مریض آتے تھے کیا کہا جا سکتا تھا کہ یہ بے مقصد کال کس نے کی۔ اس نے اندر کے کمرے میں الماریوں کو مقفل کرنے سے پہلے عادت کے مطابق دیکھا کہ تمام فائلیں اور ٹیپ ترتیب کے مطابق رکھے ہوئے ہیں کمرے کا دروازہ بند کر کے وہ اس کمرے میں پہنچا جہاں چار سال تک کیرل کی عمل داری تھی۔ اس کی خالی کرسی دیکھ کر جان سن کو پھر شدت سے اس کی کمی محسوس ہوئی۔ ان چار سالوں میں کیرل کس طرح آہستہ آہستہ اس کی زندگی کا ایک ناگزیر حصہ بن گئی تھی۔ دفتر میں کتنے کام تھے جو خود بخود ہو جاتے تھے گھر میں کس سلیقہ شعار بیٹی کی طرح جان سن کو راحت کا ہر سامان فراہم کرنا اس نے اپنا فرض سمجھ رکھا تھا کیرل کو دیکھ کر اس کا دل کامیابی کی مسرت کے احساس سے معمور ہو جاتا تھا۔

کیرل کی زندگی میں حیرت انگیز انقلاب آیا تھا جو خود اس کے لیے غیر متوقع تھا۔ مگر یہ سب کیرل کی قوت ارادی کا کرشمہ تھا اس کی سرشت میں نیکی اور اس کے دل میں شرافت کی زندگی بسر کرنے کی آرزو نہ ہوتی تو جان سن کیا کر سکتا تھا۔

کیرل کے کمرے سے گزر کر اس نے دوسرا دروازہ بند کر دیا یہ سب دروازے ایک بار بند ہو جانے کے بعد باہر سے چابی کے بغیر نہیں کھولے جا سکتے تھے۔ ہینڈل صرف اندر کی طرف تھے۔ تیسرا کمرہ ویٹنگ روم تھا لائٹ بجھا کے اس نے آخری دروازے کو بند کیا اور کاریڈور میں چلنے لگا جو بالکل ویران پڑا تھا۔ لفٹ کے سامنے رک کر اس نے بٹن دبایا اور اوپر دیکھا۔ دروازے کے اوپر لکھے ہوئے اعداد روشن نہیں ہو رہے تھے لفٹ بند تھی اس نے بالکل ساتھ والی لفٹ کا بٹن دبایا۔ لفٹ کے روانہ ہوتے ہی باری باری روشن ہو کے بجھ جانے والے ہندسے بدستور تاریک رہے۔ ہر لفٹ خودکار تھی اور یہ بڑا غیر معمولی اتفاق تھا کہ بیک وقت دونوں خراب ہو گئی تھیں۔

وہ زینے کی طرف چل پڑا۔ اسی وقت تاریکی نے اس پوری عمارت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آس پاس کے علاقے میں ہر عمارت روشن تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ بجلی صرف اسی عمارت سے غائب ہوئی تھی اس نے جھنجلا کر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ لیکن نہ جانے کیسے سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر اس کے کمرے میں ہی رہ گئے تھے پہلے ٹیری اور پھر الزبتھ نے اس کے خیالات کو پریشان کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ بھول تھی اب اس نے واپس جا کے ہر مقفل دروازے کو کھولنے کی بجائے احتیاط سے اندھیرے زینے کے راستے نیچے اترنا بہتر سمجھا بہت نیچے پہلی منزل پر اسے روشنی کی دو متحرک لکیریں سی نظر آئیں جو اوپر کی سمت سفر کر رہی تھیں۔

''چوکیدار'' جان سن نے چلا کر پوچھا۔ اس کی آواز کی گونج خالی عمارت میں سنائی دی مگر جواب میں چوکیدار کی جانی پہچانی ''یس ڈاکٹر'' کی صدا نہیں آئی۔

''چوکیدار'' اس نے چیخ کر کہا۔

''بہرے ہو گئے ہو کیا؟ چوکیدار'' لیکن ٹارچ کی وہ بھٹکتی ہوئی جائزہ لیتی ہوئی آگے کی طرف پھیلتی ہوئی روشنی مکمل خاموشی سے اس کی طرف بڑھتی رہی یکلخت اس کی چھٹی حس خطرے کی خبر دینے لگی۔ ہر سو ویرانی اور تاریکی خطرے کا اعلان کرنے لگی بیک وقت خراب ہو جانے والی لفٹ کے بند دروازے چلانے لگے۔ خطرہ...... خطرہ بے سبب اسے ٹیلی فون کال کرنے والے نے کہا۔ ڈاکٹر جان سن تم خطرے میں گھر گئے ہو۔ خطرے کا احساس کسی خوشبو کی طرح پھیل گیا۔ خطرے کا وجود ناقابل تردید حقیقت بن گیا۔

وہ پلٹ کر بھاگا اندھیرے ہی میں اس نے باہر کے دروازے میں ایک چابی لگائی مگر یہ باہر کی چابی نہیں تھی۔ اس نے دوسری چابی لگائی اور پلٹ کر دیکھا۔ روشنی کے ساتھ قدموں کی چاپ بہت نزدیک آ گئی تھی۔ دروازہ کھلتے ہی وہ اندر تھا اور بند دروازہ پھر مقفل ہو گیا تھا۔ وہ دوسرے دروازے کی طرف لپکا۔ کیرل کے کمرے میں پہنچ کر اس نے وقتی طور پر خود کو محفوظ سمجھا کیونکہ اب وہ دو مقفل دروازوں کے پیچھے تھا۔ تیسرا دروازہ اس کے اپنے کمرے کا تھا وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ اس نے ہلکا سا کھٹکا سنا۔ کوئی باہر کے پہلے دروازے کا قفل کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے خوف اور گھبراہٹ نے آ لیا۔

Pakistanipoint.com

قاتل اس بار مکمل انتظام اور عزم مصمم کے ساتھ آئے تھے۔ اس نے اپنے کمرے کا دروازہ بھی بند کر دیا۔ اب وہی اندر آ سکتا تھا جو دروازے توڑ دے یا جس کے پاس باہر سے قفل کھولنے کی چابیاں ہوں۔

چابیوں ایک سیٹ اس کے پاس رہتا تھا اور دوسرا کیرل کے پاس۔ دوسرا سیٹ اب پولیس لے جا چکی تھی۔ ایک آواز پر اس کے دل کی دھڑکن لمحہ بھر کے لیے بند ہو گئی۔ باہر کا پہلا دروازہ کھل گیا تھا خوف ڈاکٹر جان سن پر غالب آ چکا تھا۔ اس کا پورا جسم رعشہ زدہ مریض کی طرح کانپ رہا تھا اور پسینے میں تر تھا۔ وہ بے اختیار ٹیلی فون کی طرف لپکا۔ ''آپریٹر'' اس نے دہشت زدہ سرگوشی میں کہا۔

''میں کیپٹن......نہیں...... سارجنٹ فرینک اینجلو سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ فوراً پولیس ہیڈ کوارٹرز۔''

''میں کون؟'' آپریٹر نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا۔

اندر آ جانے والے اب ویٹنگ روم میں تھے۔

''میں ڈاکٹر جان سن ہوں۔'' اس نے ایک فوری خیال کے تحت اونچی آواز میں کہا۔ ''میری آواز نہیں پہچانی تم نے؟''

''اوہ......سوری ڈاکٹر۔'' آپریٹر نے کہا ''اس وقت ذہن آپ کی طرف گیا ہی نہیں پہلے بھی آپ۔''

''وقت ضائع مت کرو۔'' جان نے درشت آواز میں کہا۔ ''یہ زندگی اور موت کا سوال ہے۔'' وہ اب کیرل کے کمرے کا دروازہ کھولنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ ٹیلی فون کی گھنٹی پولیس اسٹیشن پر مسلسل بج رہی تھی۔

''لیس؟'' کسی نے ریسیور اٹھا کے کہا ''پولیس ہیڈ کوارٹرز۔''

''میں...... میں سارجنٹ فرینک اینجلو سے بات کروں گا۔'' جان سن نے خشک حلق کو تھوک نگل کر تر کیا۔

''سوری سارجنٹ اینجلو موجود نہیں ہیں میں مائیکل ہوں۔''

''مائیکل۔'' جان سن نے جلدی سے کہا۔ ''میں ڈاکٹر جان سن ہوں۔ میری زندگی خطرے میں ہے۔ دو آدمی مجھے قتل کرنے آئے ہیں۔''

''اچھا؟'' مائیکل نے چند سیکنڈ بعد کہا۔

''کیا تم پولیس تک نہیں آ سکتے؟''

''نہیں میں اپنے آفس میں ہوں، جان سن نے سرگوشی کی وہ باہر کے دو دروازے کھول چکے ہیں۔ صرف آخری کمرے کا دروازہ مقفل رہ گیا ہے۔ انہوں نے مین سوئچ سے بجلی بھی بند کر دی ہے۔''

''آل رائٹ۔'' مائیکل نے کہا۔ ''میں آ رہا ہوں۔'' دس منٹ کے اندر اندر۔''

''دس منٹ؟'' جان سن نے خوف سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ مگر فون بند ہو چکا تھا اور قاتل اب ساتھ والے کمرے میں تھے۔

جان سن نے اِدھر اُدھر دیکھا......نہیں...... گھبرانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ جو کچھ کرنا ہے وہ خود مجھے کرنا ہے۔ دس منٹ بعد جب پولیس آئے گی تو انہیں میری لاش ملے گی۔ اس کی نظر ٹیپ ریکارڈر پر گئی۔ اس نے لائٹر جلایا اور ایک بٹن دبا دیا۔

''بجلی ابھی آ جائے گی برک۔'' اس نے پرسکون صاف آواز میں کہا۔ ''تم اپنی بات کہتے رہو۔''

لیکن ٹیپ خاموش رہا۔ ٹیپ ریکارڈ بجلی کے بغیر لاش کی طرح بے جان پڑا تھا مائی گارڈ جان سن نے گھبراہٹ اور مایوسی کی شدید یلغار سے بچنے کی کوشش کی۔ وہ اب جان سن کے کمرے کا قفل کھولنے والے تھے مگر غالباً اس کی آواز سن کر رک گئے تھے۔ جان سن کی نظر ٹیپ ریکارڈ کے ایک بٹن پر گئی مدھم سی روشنی میں نے ایک طرف ''اے سی'' اور دوسری طرف ''بیٹری'' کے حروف پڑھے بٹن کو بیٹری کی طرف کرتے ہی ٹیپ چلنے لگا۔

''تم سمجھتے ہو میں وہم کا مریض ہوں میرا دماغ خراب ہے۔ کیا تم بھی ان سب کے ساتھ مل گئے ہو جو مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں؟''

جان سن نے ذہن پر زور دے کر یاد کیا کہ جواب میں اس نے کیا کہا تھا۔ ''آخر کسی کو کیا ضرورت ہے تمہیں قتل کرنے کی برک۔''

''پولیس......؟'' ٹیپ سے برک نے چیخ کر کہا ''پولیس خود مجھے شوٹ کر دینے کے لیے بہانہ تلاش کر رہی ہے۔ میرے دشمن پولیس کو خرید چکے ہیں۔ میں بینک کے سامنے سے بھی گزرا تو وہ مجھے گولی مار دیں گے کہ میں ڈاکا ڈال کر نکلا تھا اور بینک کے نشان زدہ نوٹ میری جیب سے

برآمد کر کے دکھا دیں گے تم سن رہے ہو یا نہیں؟''

''میں سن رہا ہوں ٹیپ پر ہی جان سن کی آواز آئی جان سن کا ہاتھ بجلی کی طرح آگے بڑھا اسے یاد آ گیا تھا کہ اگلا جملہ کیا ہے ''میں ٹیپ بھی کر رہا ہوں۔'' جملہ بروقت کٹ گیا اور جان سن نے اپنی آواز میں کہا۔ ''تم کہتے جاؤ۔''

دروازے کا قفل کھولنے والے اب خاموش کھڑے تھے۔ انہیں یقین آ گیا تھا کہ اندر جان سن کے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔

''اور وہ میرا نوکر نمک حرام جانتے ہو اس نے کیا کیا؟ اس نے میرے کھانے میں زہر ملا دیا لیکن میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں، ڈاکٹر جتنا نظر آتا ہوں میں تاڑ گیا مار مار کے میں نے اس کی ہڈیاں توڑ دیں، حرامزادہ۔''

قدموں کی چاپ واضح طور پر دور ہوتی ہوئی محسوس ہوئی پھر کیرل کے کمرے سے ان کے اندھیرے میں ٹھوکر کھانے کی آواز آئی۔ ویٹنگ روم میں کوئی سنٹر ٹیبل سے ٹکرایا۔ جان سن سانس روکے گوش برآواز رہا۔ بھاری قدم کاریڈور میں سنائی دیے اور مکمل سناٹے میں یہ آواز بھی کم ہوتے ہوئے ڈاکٹر کے اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز میں دب گئی۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا ٹیپ ریکارڈ بند کیا اور کرسی پر گر پڑا۔ اسی وقت کمرہ وال لائٹ سے روشن ہو گیا اور باہر سے مائیکل نے کہا ڈاکٹر جان سن تم اندر ہو ابھی تک؟''

''باسٹرڈ'' اس نے چلتے چلتے زور سے کہا۔ قریب سے گزرنے والے ایک بوڑھے نے چونک کر اسے دیکھا اور مخاطب خود کو نہ پا کر آگے نکل گیا جان سن نے خفت سے ادھر اُدھر نگاہ ڈالی اور خدا کا شکریہ ادا کیا کہ یہ گالی کسی اور نے نہیں سنی تھی جو اس نے مائیکل کو دی تھی اور گالی دیتے وقت بھول گیا تھا کہ سڑک پر ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ شدید اعصابی کشیدگی کے باعث مٹھیاں سختی سے بند کیے ہوئے ہے اس کے چہرے کے خطوط کھنچ گئے ہیں اور تیز تیز چلنے سے اس کا سانس پھول گیا ہے۔ خداوندا اس نے اپنے آپ سے کہا۔ کیا میں پاگل ہو رہا ہوں کیا مائیکل ٹھیک کہتا ہے کہ ذہنی امراض کا علاج کرتے کرتے میں بھی ذہنی مریض ہو گیا ہوں، نہیں یہ تو ممکن ہے کہ بجلی فیوز اڑ جانے سے چلی گئی ہو لیکن جو کچھ اس کے بعد ہوا وہ میرے وہم کا کرشمہ نہیں تھا لفٹ بجلی جانے سے قبل ہی بند ہو چکی تھی اور اندھیرے میں ٹارچ کی وہ روشنی، سردی کی ایک لہر اس کے پورے بدن میں دوڑ گئی۔ مائیکل صرف اس لیے یقین کرنے پر تیار نہیں تھا کہ دروازے توڑے نہیں گئے تھے ان کے تالے کھولے گئے تھے اور یہ کام چابی کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا اگر کسی نے تیسری چابی بنوائی ہوتی تو تالے کے سوراخ میں پیرافین کے آثار ضرور ملتے۔'' ڈاکٹر جان سن'' مائیکل نے کہا تھا۔ ''تم دوسرے برک بن گئے ہو جسے ہر طرف قاتل دکھائی دیتے ہیں لیکن اس طرح تم بچ نہیں سکو گے میں اس بے سروپا بات کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ اتنے اہتمام کے بعد آخری دروازے تک رسائی حاصل کرنے والے ایک ٹیپ کی آواز سن کر بھاگ گئے۔''

''یہ پاگل پن کی بات نہیں۔'' اس نے کامل اعتماد کے ساتھ کہا۔

مائیکل کی مخاصمت ہے جو حقیقت کو بھی میرا وہم ثابت کرنے پر کمربستہ ہے اس سے مدد کی توقع رکھنا بے سود ہے۔ اپنی زندگی کی حفاظت خود مجھے کرنی ہو گی اور بشرط زندگی خود ہی معلوم کرنا پڑے گا کہ بے سبب اس کی جان کا دشمن ہو جانے والا کون ہے؟ لیکن وہ اس چکر میں پڑ گیا تو ان سب کا کیا بنے گا جو اس کی مدد کے محتاج ہیں؟ پہلی بار اسے خیال آیا کہ وہ کسی سراغ رساں کی خدمات حاصل کر لے۔ ٹیلی ویژن پر اور فلموں میں اور جاسوسی ناولوں میں اس نے پرائیویٹ سراغ رسانوں کو بڑے بڑے پیچیدہ جرائم کا سراغ لگاتے دیکھا تھا اور اسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ پرائیویٹ سراغ رساں کا کردار محض افسانوی ہے یا حقیقت میں کوئی وجود رکھتا ہے۔ یہ بات اسے مضحکہ خیز حد تک ڈرامائی بھی لگتی تھی کہ وہ کسی پیشہ ور سراغ رساں سے اپنے نادیدہ قاتلوں کو گرفتار کرانے کے لیے کہے۔ لیکن ڈرامہ یقیناً ہو رہا تھا بے حد پراسرار قسم کا خونی ڈرامہ اور ٹریجڈی یہ تھی کہ پولیس اس وقت تک کچھ ماننے کے لیے تیار نہ تھی جب تک جان سن سچ مچ قتل نہ ہو جائے ایسی کی تیسی دنیا کی اگر مجھے یقین ہے کہ خطرے کا احساس میرا وہم نہیں ہے تو مجھے اپنے دفاع کے لیے سب کچھ کرنے کا حق حاصل ہے اس نے ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ میں گھس کر زرد صفحات میں پرائیویٹ سراغ رساں اداروں کے

نام دیکھنے شروع کیے اسے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس میں متعدد نام پتے اور فون نمبر موجود ہیں اسے بالکل علم نہ تھا کہ ان میں سے کون قابل اعتماد ہوسکتا ہے اور کس کی شہرت زیادہ ہے محض وقت بچانے کے لیے اس نے قریب ترین ایجنسی کا پتا نوٹ کیا نارمن موڈی۔

چند منٹ بعد اس نے سڑک عبور کی اور ایک عمارت کی تیسری منزل پر جا پہنچا ایک دروازے پر نارمن موڈی کے نام کا بورڈ لگا ہوا تھا اور اس کے نیچے نہایت فضول سی بات لکھی تھی ''عدم اطمینان کی صورت میں فیس واپسی کی ضمانت دی جاتی ہے۔'' دروازے کی دوسری جانب اس سے بھی زیادہ فضول نوٹس بورڈ لگا ہوا تھا۔ گھنٹی یا دروازہ بجانے کی ضرورت نہیں اندر تشریف لے آئیے۔'' نارمن واقعی موڈی آدمی لگتا تھا اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگیا۔

دفتر کی خستہ حالی اور بے سروسامانی دیکھ کر جان سن کو احساس ہوا کہ وہ غلط جگہ آ گیا۔ ماحول آدمی کی شخصیت کا عکاس ہوتا ہے۔ شاید یہی انتشار اور بے ترتیبی اس کے خیالات میں بھی ہوگی۔ اس نے پرانے قالین اور گرد آلودہ فرنیچر، ہر طرف بکھرے ہوئے پرانے اخباروں اور کتابوں کے ڈھیر اور خالی بوتلوں اور ڈبوں کے انبار کو افسوس ناک نظروں سے دیکھتے ہوئے سوچا۔

ایک وسیع و عریض میز کے پیچھے جس پر زمانے بھر کا کباڑ جمع تھا نارمن کی بے پناہ شخصیت براجمان تھی۔ اس کا طول و عرض ایک جیسا تھا مختصر قد مشکل سے ساڑھے پانچ فٹ ہوگا چنانچہ اسے کرسی پر بیٹھے دیکھ کر خیال آتا تھا کہ وہ دونوں بازوؤں کے درمیان فٹ کیسے ہوا اور اب اس شکنجے میں سے اس کے نکلنے کی صورت کیا ہوگی۔ اس کا گول مٹول چہرہ کسی بچے کے چہرے کی طرح تھا۔ معصوم اور مسکراتا ہوا جو کسی مجرم کے لیے ذرا بھی ضرر رساں نہ لگتا تھا۔ اس کی گول آنکھیں پلک جھپکے بغیر جان سن کو دیکھ رہی تھیں۔

''میں، میں ڈاکٹر جان سن ہوں۔'' جان سن نے ہاتھ بڑھا کے کہا۔ مصافحے کے لیے اسے آگے جھک کر نارمن کا ہاتھ تھامنا پڑا نارمن کا چہرہ اس تعارف کے بعد بھی نارمل رہا جان سن کو اپنے بیٹھنے کے لیے کوئی کرسی خالی نظر نہ آئی۔

''ڈاکٹر جان سن؟'' نارمن نے کہا۔ ''آپ کیا کرتے ہیں علاج وغیرہ کرتے ہیں یا دوسری قسم کے ڈاکٹر ہیں پی ایچ ڈی وغیرہ۔''

جان سن کو اس شخص کی کم علمی پر افسوس ہوا ہفتہ بھر سے اس کا نام اخبارات کی سرخیوں میں شامل تھا اور اس کی تصویر ہر خبر کے ساتھ شائع ہو رہی تھی۔ ''میں ماہر نفسیات ہوں۔'' اس نے مختصراً کہا۔ ''مجھے آپ سے ایک مشورہ لینا تھا۔''

''مشورے کی فیس ہے پچاس ڈالر۔'' نارمن نے بیر کی ایک بوتل سے منہ لگا کے دو گھونٹ لیے۔ ''ایڈوانس۔''

جان سن نے جیب سے پچاس ڈالر نکالے اور میز پر ڈال دیے۔ ''کیا اب میں بیٹھ سکتا ہوں۔'' جان سن نے ناگواری سے کہا۔

''یس۔'' نارمن نے کہا ''اس کرسی پر سے تمام سامان فرش پر گرا دیجیے یا اسی سامان پر بیٹھ جائیے جیسی آپ کی مرضی ہو۔'' جان سن نے کرسی پر سے سنسنی خیز تصویروں والے رسالے نیچے گرائے اور بیٹھ گیا اپنے مسئلے کو اس نے کم سے کم الفاظ میں پیش کیا۔ نارمن سنتا رہا اور وقفے وقفے سے بیر کے گھونٹ لیتا رہا۔

''آپ کے مسئلے کے دو اہم پہلو ہیں۔'' نارمن موڈی نے اپنے تین سو پونڈ وزن کے جسم کو حیرت انگیز آسانی کے ساتھ کرسی سے نکال لیا اور ہاتھ پیچھے باندھ کر لڑھکنے کے انداز میں ٹہلنے لگا۔ ''ایک یہ کہ کیا واقعی کوئی آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے دوسرا یہ کہ کیوں آپ کے کہنے کے مطابق وجہ کوئی نہیں لیکن بغیر وجہ کے دنیا میں کوئی بات نہیں ہوتی۔'' وہ ایک گھونٹ لینے کے لیے رکا۔ ''کوئی نامعلوم شخص ہے جو آپ کو مارنے پر تلا ہوا ہے چنانچہ پہلے اس بات کا یقین کرلینا ضروری ہے کہ یہ آپ کا وہم نہیں۔ کار ہے آپ کے پاس؟ اور ہے تو چل پھر لیتی ہے۔ میرا مطلب ہے لمبے سفر کا برا تو نہیں مانتی؟''

اس غیر متوقع غیر سنجیدہ سوال نے جان سن کو حیران کردیا۔

''میرے پاس بالکل نئی مرسیڈیز ہے۔''

''گڈ۔'' نارمن نے کہا ''اب آپ ٹمبکٹو چلے جائیے۔ یا کٹھمنڈو جہاں آپ کا دل چاہے کل یا زیادہ سے زیادہ پرسوں تک۔''

"میں اس مذاق کا مطلب نہیں سمجھ سکا مسٹر نارمن۔" جان سن نے برہمی سے کہا۔ "آپ کے نزدیک مسئلے کا یہ حل ہے کہ میں فرار ہو جاؤں تو مجھے اپنے پچاس ڈالر ضائع ہونے کا افسوس ہے۔" وہ کھڑا ہو گیا۔ "لیکن نارمن نے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے پھر بٹھا دیا۔ اس کے پہاڑ جیسے جسم کو زلزلے کی زد میں دیکھ کر جان سن کو پتا چلا کہ وہ ہنس رہا ہے۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ تم سچ مچ چلے جاؤ۔ بس ایک پروگرام بنا ڈالو، تمام متعلقہ اور غیر متعلقہ افراد کو اپنے ارادے سے آگاہ کر دو، یہ بھی بتا دو کہ تم کب اور کس وقت جا رہے ہو، سفر ہوائی جہاز سے کرو گے یا بحری جہاز سے پھر ہم دیکھیں گے کہ اس جہاز سے اور کون ٹمبکٹو یا کھٹمنڈو روانہ ہوتا ہے۔ ہم سے میرا مطلب ہے، ہم دونوں۔" نارمن نے کہا۔

وہ تاثر جو دفتر کی زبوں حالی اور نارمن کی مضحکہ خیز شخصیت نے قائم کیا تھا جان سن کے ذہن سے حرفِ غلط کی طرح مٹ گیا۔ وہ نارمن کی ذہانت کا قائل ہو گیا۔

"رائٹ" جان سن نے کہا "اب فوری طور پر مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"اب یہاں سے نکل کے تم سیدھے سروس اسٹیشن چلے جاؤ، جہاں سے تم ہمیشہ اپنی کار کی سروس کراتے ہو، وہاں اعلان کرو کہ تمہیں صبح ایک طویل سفر پر جانا ہے۔ چنانچہ گاڑی کو رات بھر میں اچھی طرح چیک کر لیا جائے تاکہ راستے میں تمہیں کوئی دشواری نہ ہو، پھر اپنے گھر سے سارے مریضوں کو فون پر مطلع کرو کہ تمہیں ایک مجبوری کے باعث اچانک باہر جانا پڑ رہا ہے اور تم ہفتہ بھر بعد مل سکو گے یہی خبر اپنے دوست احباب کو دو اور آخری بات یہ کہ پچاس ڈالر یومیہ تم مجھے ادا کرو گے۔ دو سو ڈالر اضافی اخراجات کے لیے دو گے مثلاً مجھے تمہارا تعاقب کرنے والوں کے تعاقب میں اپنا ایک آدمی لگانا پڑے گا۔" نارمن نے فٹ بال کی طرح ادھر سے ادھر لڑھکتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔ جان سن نے طے کیا کہ اگر اس الجھن اور پریشانی سے نجات پانے اور مائیکل کے انتقام سے اور رسوائی سے بچنے اور کیرل کے قاتلوں کا پتا چلانے کے لیے اسے دو ہزار ڈالر بھی خرچ کرنے پڑیں تو یہ کوئی مہنگا سودا نہیں۔

حسبِ ہدایات اس نے کار کو سروس اسٹیشن پر چھوڑا اور گھر پہنچ کے اپنی ڈائری سے نمبر دیکھ کر فون کرنے لگا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ اس کام سے فارغ ہوا تو اسے پولیس کا خیال آیا مائیکل اس کے اچانک چلے جانے کو فرار سمجھے گا اور عین ممکن ہے اس کے لیے وارنٹ جاری کرا دے کہ وہ جہاں ملے گرفتار کر کے واپس لایا جائے اس نے پولیس آفس کا نمبر ملایا۔ "سارجنٹ اینجلو پلیز۔" اس نے ریسیور اٹھانے والے سے کہا۔

"سوری سر، وہ بیمار ہیں۔" مائیکل نے جواب دیا۔ "کیا میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔"

"تھینک یو مجھے ایک پرائیویٹ کام تھا۔" جان سن نے کہا اگر ان کے گھر کا نمبر مل جائے۔"

سارجنٹ اینجلو کی آواز نزلے سے بھاری ہو رہی تھی۔

"ڈاکٹر جان سن؟" اس نے کہا اور ایک چھینک ماری۔ "سوری کل سے مجھے زکام چمٹا ہوا ہے۔"

"میں تمہیں ڈسٹرب نہ کرتا۔" جان سن نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ "لیکن مجھے ایک اطلاع دینی تھی۔ جو میں نے مائیکل کی بجائے تمہیں دینا بہتر سمجھا میں صبح ایک ہفتہ کے لیے جا رہا ہوں۔ نہیں مقصد کوئی نہیں بس کچھ مصروفیت اور کچھ مسلسل پیش آنے والے حادثات نے میرے اعصاب کو متاثر کیا ہے۔ تھوڑے سے آرام سے اور تفریح سے فائدہ ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔" اینجلو نے خاموشی کے ایک مختصر وقفے کے بعد کہا۔ "میں مائیکل سے بات کر لوں گا لیکن مناسب ہوگا کہ ان حالات میں تم اپنا پتا چھوڑ جاؤ تاکہ ضرورت پڑے تو تم سے رابطہ قائم ہو سکے۔ گو امکان تو نہیں لیکن احتیاط بہتر ہے۔"

جان سن نے سب کو اپنی منزل ساحل سمندر کی ایک تفریح گاہ بتائی تھی جہاں وہ پہلے بارہا جا چکا تھا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ کس ہوٹل میں قیام کرے گا۔ "ڈاکٹر جان سن۔" اینجلو نے پتا نوٹ کرنے کے بعد کہا۔ "ذرا محتاط رہنا دشمنوں سے۔"

"تھینکس اینجلو۔" جان سن نے کہا اسے ان الفاظ نے بڑا سہارا دیا تھا کم سے کم ایک شخص تو تھا جو سمجھتا تھا کہ

خطرہ اس کا وہم نہیں۔ اس نے محسوس کیا کہ نارمن موڈی سے مل کر اس کے تفکرات کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہے۔ رات وہ بڑے سکون سے سویا صبح اس نے اپنے چند کپڑے اور ضرورت کا کچھ سامان ایک سوٹ کیس میں ڈالا اور ناشتے سے فارغ ہو کے نکلا تو سورج طلوع ہو رہا تھا۔ نیچے پارکنگ ایریا میں اس کی کار عمارت کے دوسرے مکینوں کی کاروں کے ساتھ قطار کے آخر میں تیار کھڑی تھی۔ سروس اسٹیشن والوں نے بڑی پابندی وقت کے ساتھ رات بھر میں اپنا کام ختم کر لیا تھا۔ اس نے سوٹ کیس کو پیچھے والی سیٹ پر ڈالا اور کار کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چابیاں سوئچ میں لگی ہوئی تھیں۔ اس کے ہاتھ بڑھا کر انجن اسٹارٹ کرنے سے پہلے کسی نے ایک انگلی سے شیشے کو بجایا اور اس نے چونک کر دیکھا۔ نارمن موڈی کا مسکراتا ہوا گول چہرہ کھڑکی سے چپکا ہوا تھا۔

جان سن نے شیشہ نیچے کیا۔

''گڈ مارننگ مسٹر نارمن۔'' جان سن نے شگفتگی سے کہا۔ ''آپ اتنی صبح یہاں؟''

''میں خدا حافظ کہنے آیا تھا۔'' نارمن نے کہا۔ ''ابھی چند سیکنڈ میں آپ سفر آخرت پر روانہ ہونے والے تھے۔''

اس نے جان سن کو باہر آنے کا اشارہ کیا اور انجن کا بونٹ کھولا جان سن کی حیرت زدہ نگاہوں نے جانے پہچانے انجن میں ایک تبدیلی کو فوراً نوٹ کر لیا اسٹارٹنگ سوئچ سے دو پتلے پتلے تار ڈسٹری بیوٹر تک پہنچ رہے تھے۔ جہاں تین ڈائنامائیٹ اسٹک لپٹی ہوئی رکھی تھیں اگر جان سن چابی گھما دیتا تو انجن اسٹارٹ کرنے کی بجائے چنگاری بارود کے اس ڈھیر کو اڑا دیتی۔ سروس اسٹیشن والے آزمودہ اور قابل اعتماد لوگ تھے لیکن وہاں کوئی بھی شخص کسی بھی وقت پہنچ سکتا تھا اور کام میں مصروف درجن بھر میکانک اپنے جیسے حلیے کے کسی اجنبی کو شناخت نہیں کر سکتے تھے جو انہی کی طرح کسی کار کے اٹھے ہوئے بونٹ میں سر چھپائے اپنا کام کرنے میں لگا ہوا ہو لیکن کار کو سروس کے بعد اسٹارٹ کر کے چیک کیا گیا ہوگا اور یہاں تک چلا کے لایا گیا ہوگا اس نے نارمن موڈی کی طرف دیکھا جو دونوں ہاتھ جیب میں ڈالے بدستور مسکرا رہا تھا۔

''آپ یہاں کس وقت پہنچے تھے؟'' جان سن نے مشتبہ لہجے میں سوال کیا۔

''ابھی کوئی آدھے گھنٹے پہلے۔'' نارمن نے کہا۔

''لیکن میں نے یہاں کسی کو بھی نہیں دیکھا جس پر میں شبہ کر سکتا۔''

''مسٹر نارمن۔'' جان سن نے پرسکون رہتے ہوئے کہا ''کسی نے یہ کارروائی گاڑی کے سروس اسٹیشن سے آجانے کے بعد کی ہے رات تک کار میرے پاس تھی اور رات کو کسی وقت سروس اسٹیشن کا کوئی آدمی اسے چلا کر ہی یہاں لایا ہوگا۔''

''یس۔'' نارمن نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ انجن میں ڈال دیا اور جھٹکے سے ایک تار الگ کر دیا۔ ''مگر یہ اس کی حرکت نہیں ہو سکتی۔ اسے معلوم ہوگا کہ تفتیش شروع ہوئی تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ ڈاکٹر کی کار چھوڑنے کون گیا تھا۔'' اس نے دوسرے تار کو بھی جدا کیا اور ڈائنامیٹ کے بنڈل کو جیب میں رکھ لیا۔

''بہتر ہوتا اگر ہم کسی چیز کو نہ چھیڑتے۔'' جان سن نے کہا۔ ''مائیکل خود دیکھ لیتا۔''

نارمن ہنسا اور اس کے بدن کا سارا گوشت تھرتھرانے لگا وہ یقیناً بہت خوش ہوتا اس منظر سے مگر وہ تم سے یہ ضرور سوال کرتا کہ ڈاکٹر جان سن یہ سامان آتش بازی آپ نے کہاں سے خریدا؟ تم اس سوال کا کیا جواب دیتے؟''

اس سوال کا جواب ڈاکٹر جان سن کے فرشتے بھی نہیں دے سکتے تھے لیکن یہ سوال ناگزیر تھا کیونکہ مائیکل ذہنی طور پر جان سن کے معاملے میں ہر سیدھی بات کا الٹا مطلب نکالنے پر مجبور تھا۔ وہری گڈ جان سن شبہ تمہیں کسی پر نہیں دیکھا کسی نے کسی کو نہیں کیسا خوب صورت اتفاق ہے کہ رات کو گاڑی سروس ہو کر آئی اور صبح عظیم ماہر نفسیات نے سراغ رسانی کا زبردست مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی ذات پر قاتلانہ حملے کا ایک اور ثبوت فراہم کر دیا۔ اچانک تفریح کا پروگرام بنا لینا گویا اس سنسنی خیز افسانے کا حرف آغاز تھا۔

جان سن نے بڑی بددلی کے ساتھ سوٹ کیس پچھلی سیٹ پر سے اٹھا لیا۔ صرف ایک لمحے کے لیے اسے خیال آیا کہ یہ سب نارمن کا ڈرامہ تو نہیں تھا خود ڈائنامائیٹ لگاتا اور خود سازش کا انکشاف کر کے ایک طرف اپنی سراغ

رسائی کی صلاحیت کا ناقابل تردید ثبوت فراہم کردیا اور دوسری طرف جان سن کا اعتماد حاصل کر کے اسے کسی مناسب موقع پر ٹھکانے لگا دینا۔ آخر اتنی صبح وہ یہاں کیوں آیا؟ کیا رات کو اس پر وحی نازل ہوئی تھی کہ فلاں جگہ فلاں کار میں کسی نے انجن میں ڈائنامائیٹ لگا دیا ہے اس نے اپنا سر تھام لیا۔ آخر یہ مجھے کیا ہوگیا ہے؟ کل تک میں نارمن یا کسی بھی پرائیویٹ سراغ رساں کے نام سے ناآشنا تھا میں نے ازخود اس کا نام ڈائریکٹری میں سے تلاش کیا تھا یہ بات ابھی تک کسی کے علم میں بھی نہ تھی پھر یہ سوچنا کہ نارمن جس نے اسے تحفظ فراہم کرنے کی فیس وصول کی ہے وہی اس کی جان کا دشمن ہے دیوانگی نہیں تو کیا ہے میں برک کے نقش قدم پر چل رہا ہوں اور یہ راستہ سیدھا پاگل خانے لے جاتا ہے۔ ڈاکٹر جان سن ماہر نفسیات لیکن وہم کا مریض شیزوفرنک پیرونیک جسے اپنے پرائے سب دشمن جاں لگتے ہیں۔

"ڈاکٹر جان سن۔" نارمن نے کار کی سائیڈ کا سہارا لے کر جیب سے ایک سگار برآمد کیا وہ کار جس نے تمہیں کچلنے کی کوشش کی تھی ایک اور شخص نے بھی دیکھی تھی۔ مسٹر بین سن نے وہ اپنے بہنوئی کے لیے دوا لینے گیا تھا اور دوا پہنچا کے اپنے گھر جانے کے لیے زینے سے اتر رہا تھا کہ اس نے کار کو ٹکر مارتے دیکھا وہ تمہاری مدد کے لیے دوڑا اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے اچانک آجانے سے تمہاری زندگی بچ گئی ورنہ کار تمہیں کچلنے کے لیے واپس ہو رہی تھی بین سن کو دیکھ کر وہ بھاگ کھڑے ہوئے میں بین سن سے ملا تو اس نے حرف بحرف تمہارے بیان کی تائید کی۔" جان سن نے سر سے ایک بہت بڑے بوجھ کو ہلکا ہوتے محسوس کیا بات اب اس کے وہم کی نہیں رہی تھی۔ وہ مائیکل کے سامنے ایک چشم دید گواہ پیش کرسکتا تھا۔ جس نے اپنے حوصلہ شکن رویے سے جان سن کی خود اعتمادی کو ختم کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔

"ایک بات ابھی بھی میری سمجھ میں نہیں آتی۔" نارمن موڈی نے دھوئیں کا بادل پھیلاتے ہوئے کہا۔ "اگر دو افراد تمہیں قتل کرنے کی نیت سے عمارت کا فیوز اڑا کے لفٹ کو ناکارہ بنا کے اور دو دروازوں کے تالے کھول کر اندر پہنچ گئے تھے تو انہوں نے تیسرا تالہ کیوں نہیں کھولا؟ اگر

naeyufaq.com
آنچل کی جانب سے ایک اور آنچل
ماہنامہ حجاب کراچی
محبت نفرت کی آمیزش سے مزین ناقابل فراموش کہانیاں
عشق دی بازی
خاندانی رسم ورواج کس طرح لڑکیوں کو باغی کرتا ہے
ریحانہ آفتاب کے نوک قلم نکلی ایک خوب صورت تحریر
عشق نگر کے مسافر
ایک حادثے نے اسے عشق نگر کا مسافر بنا دیا
ندا حسنین کی دلکش اور مدتوں یاد رہ جانے والی کہانی
آنگن کی چڑیا
قارئین کے تعارف پر مبنی سلسلہ
عالم میں انتخاب
ہر ماہ ایک شاعر کا انتخاب
اس کے علاوہ
بزم سخن، کچن کارنر، دوست کا پیغام آئے، منتخب اشعار، غزلیں، اقتباسات اور دیگر قارئین کی دلچسپی کے مدنظر مستقل سلسلے
Info@naeyufaq.com
(021)35620771/2
0300-8264242

Pakistanipoint.com

قاتل اکیلا ہوتا تو دو افراد کو مصروف گفتگو پا کے واپس جا سکتا تھا لیکن تمہارا اصرار ہے کہ حملہ آور دو تھے ان کے لیے ڈرنے کی کوئی بات نہیں تھی وہ ایک کی جگہ دو قتل کر سکتے تھے۔ انہیں دیکھنے والا کون تھا۔" کچھ دیر وہ دونوں خاموشی سے اپنے اپنے خیالات میں گم کھڑے رہے پھر نارمن نے کہا۔

"ڈاکٹر جان سن اگر قاتل ایک فرد نہیں تھا تو یہ بھی ممکن ہے کہ دو نہ ہوں تین ہوں یا اس سے بھی زیادہ مگر جو تمہارے دروازے تک پہنچے وہ صرف دو تھے باقی دیگر انتظامات میں شریک رہے یا نیچے انتظار کرتے رہے۔"

جان سن نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ "مسٹر نارمن پیشہ ور بدمعاشوں اور غنڈوں کے گروہ کا مجھ سے کیا تعلق۔"

"تم نے اپنے مجرمانہ ذہن رکھنے والے مریضوں کے کسی بھی غلط فہمی یا دیوانگی پر مبنی خیال کے باعث دشمن ہو جانے کے امکانات کا جائزہ لیا ہے؟" نارمن نے کہا۔

جان سن نے اسے مختصر برک اور ٹیری برن کے علاوہ زیفرن کیس کے بارے میں بتا دیا۔ "ان کے علاوہ بہت پرانے کیس دو ہیں۔" جان سن نے کہا ایک مریض کو یقین تھا کہ خدا نے اسے دنیا میں بدی کا خاتمہ کرنے کا مشن سونپا ہے اور بدی کو ختم کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ بدکار کو ختم کر دیا جائے اس نے میرے سامنے متعدد افراد کے قتل کا اعتراف کیا لیکن اس کا کہنا تھا کہ جو کچھ اس نے کیا وہ خدا کے حکم سے کیا اور یہ فیصلہ خدا کا تھا جسے تسلیم نہ کرنے کا اختیار اسے نہیں تھا اس کے پاس خدا کے یہ احکامات ایک فرشتے کے ذریعے پہنچتے تھے جو اسے خواب میں نظر آتا تھا۔ مثلاً اس نے ایک فلم دیکھی بقول اس کے ہیرو اور ہیروئن نے سب تماشہ دیکھنے والوں کے سامنے سر عام فحاشی کا مظاہرہ کیا کہ بدکار ٹھہرے فیصلہ اس کے اپنے ذہن کا تھا مگر اس نے کہا کہ خدا نے رات کو فرشتے کی معرفت ان دونوں بدی پھیلانے والوں کو ختم کر دینے کا حکم پہنچایا اور اس نے تعمیل کی دو ماہ کے اندر اندر اس نے دونوں کو تلاش کیا اور موقع ملتے ہی مار دیا۔ وہ چھ افراد کو خدا کے حکم پر قتل کر چکا تھا۔ ظاہر ہے اس کے اعتراف جرم کے بعد میں نے اسے پولیس کے حوالے کر دیا وہ ذہنی مریض ہونے کے باعث سزائے موت سے بچ گیا لیکن اب تمام عمر اس کے جیل خانے سے باہر آنے کا کوئی امکان نہیں ہے دوسرا کیس ایک عورت کا ہے جس کے ساتھ بچپن سے عہد شباب تک حادثات کا ایک سلسلہ رہا اور اب وہ سمجھتی ہے کہ دنیا کا ہر مرد بنیادی طور پر وحشی درندہ ہے۔ جس کے لیے عورت اپنی جسمانی ضروریات کی تکمیل کے ایک ذریعے کے سوا کچھ نہیں۔ جسے وہ زر خرید غلام یا طوائف سے زیادہ نہیں سمجھتا چنانچہ سب مرد بلا استثنیٰ گولی مار دینے کے قابل ہیں۔ لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے اس نے اس عزم کے زبانی اظہار سے آگے آج تک کچھ نہیں کیا۔"

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تمہارے مریضوں میں سے کسی کا دوست یا عزیز یا کوئی خاندان کا فرد تمہارا مخالف ہو گیا ہو؟"

"اول تو یہ ممکن نہیں اور ایسی کوئی بات ہو تو اس کا علم مجھے کیسے ہو سکتا ہے۔" جان سن نے نفی میں سر ہلایا۔

وہ اب تک پارکنگ ایریا میں کار کے پاس کھڑے تھے۔ نارمن نے کہا۔ "مجھے ایک کپ کافی کا پلاؤ میرا خیال ہے کہ تمہارے پیچھے ایک فرد نہیں ایک گروہ پڑ گیا ہے واردات کا ہر انداز اور مجرموں کا اعتماد ہی ظاہر کرتا ہے۔ گو وجہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی ہے لیکن مجھے امید ہے کہ کل شام تک تفتیش کا نتیجہ سامنے آ جائے گا۔" جان سن کو اس دعوے میں ضرورت سے زائد کسی حد تک مبالغہ آمیز اعتماد محسوس ہوا جس کا مقصد صرف جان سن کو مطمئن کرنا تھا کہ اس نے فیس ضائع نہیں کی۔

☆ ❁ ☆

پہلی بار فون خود اینجلو نے اٹھایا۔ جان سن نے اسے تفصیل سے بتایا کہ کس طرح اس کی کار میں ڈائنامائیٹ لگا کے اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی تھی مگر نارمن موڈی نے اپنی ذہانت سے بروقت اس سازش کو ناکام بنا دیا۔

"ڈاکٹر جان سن۔" اینجلو نے پوری توجہ سے ساری بات سننے کے بعد کہا۔ "تم نارمن موڈی کو پہلے سے جانتے ہو۔"

"نہیں۔" جان سن نے کہا "اس سے پہلے تو میں نے پرائیویٹ سراغ رساں کو ہمیشہ افسانوی کردار سمجھا تھا اس کا پتا میں نے ڈائریکٹری سے لیا تھا۔"

"میرا خیال ہے ڈاکٹر تم نے انتخاب سے قبل مجھ سے مشورہ کر لیا ہوتا تو میں تمہیں کسی ایسے شخص کا پتا بتا سکتا تھا جو

pakistanipoint.com

نارمن موڈی کی طرح عقل سے پیدل نہ ہوتا۔'' اینجلو نے کہا ''پرائیویٹ سراغ رساں سے ہمارا واسطہ پڑتا رہتا ہے کوئی یہ نہیں کرتا کہ پولیس کو بتائے بغیر جرم کا سراغ تک مٹا دے۔ اسے کیا ضرورت تھی ڈائنامائیٹ نکال کر لے جانے کی؟''

''لیکن اس کا فائدہ بھی کیا تھا؟'' جان سن نے بوکھلا کر کہا۔

''تمہارے سوا اس پر یقین کون کرتا مائیکل تو الزام مجھے ہی دیتا۔''

''مائیکل کو گولی مارو۔'' اینجلو نے کہا۔ ''مجھے طریقہ واردات سے بہت کچھ معلوم ہوسکتا تھا۔ سب تو نہیں مگر پیشہ ور مجرم اپنے انداز جرم سے ہی شناخت ہوجاتے ہیں۔ مثلاً کچھ قتل کے لیے خنجر استعمال کرتے ہیں تو کچھ ریوالور خنجر کے استعمال میں بھی زخم سے قاتل کے ماہر یا اناڑی ہونے کا پتا چل جاتا ہے اور خنجر کی ساخت معلوم ہوجاتی ہے۔ ریوالور ہو تو ریکارڈ سے دیکھا جاسکتا ہے کہ کسی مخصوص ریوالور کا استعمال کہاں کہاں ہوا تھا۔ پھر گولی مارنے والے نے دل کو نشانہ بنایا ہے یا سر کو اور ایک ہی گولی سے کام تمام کردیا ہے یا کئی بار فائر کیا ہے۔ ہم ہر مجرم کی عادت کو پہچانتے ہیں اس کے علاوہ کہیں نہ کہیں سے انگلیوں کے نشانات مل جاتے ہیں اور فنگر پرنٹ بیورو کا کمپیوٹر چند سیکنڈ میں بتا دیتا ہے کہ ریکارڈ پر یہ نشانات ہیں تو کس مجرم کے ہیں۔ ڈائنامائیٹ استعمال کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔ عام آدمی کو خنجر یا ریوالور ہی مل سکتا ہے یا کچھ نہ ملے تو ڈنڈا۔ سریا پتھر وغیرہ اور ایش ٹرے گلدان جو ہاتھ میں آجائے ڈائنامائیٹ کا استعمال بھی ہر شخص نہیں جانتا۔ ریکارڈ سے دیکھا جاسکتا تھا کہ سابقہ جرائم میں ڈائنامائیٹ کس کس نے استعمال کیا تھا۔ مجرم بننے سے قبل وہ لوگ کیا تھے۔ شاید ان میں سے کسی کا تم سے کوئی تعلق نکل آتا۔''

جان سن بے وقوفوں کی طرح سنتا رہا۔ ''آئی ایم سوری اینجلو اگر مجھے یہ سب معلوم ہوتا۔''

''بات تمہاری نہیں۔'' اینجلو نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے تمہارے منتخب کردہ پرائیویٹ سراغ رساں پر ہے اس نے جانتے بوجھتے یہ حرکت کی۔ صرف تمہیں بے وقوف بنا کر تمہارا اعتماد حاصل کرنے کے لیے۔''

جان سن بھونچکا رہ گیا یہی خیال اس کے ذہن میں بھی آیا تھا مگر اس نے اپنا وہم سمجھ کے جھٹک دیا تھا۔ لیکن اینجلو، نارمن کو کیا پڑی تھی مجھے بے وقوف بنانے کی اعتماد تو مجھے تھا اس پر ورنہ میں اسے فیس کیوں دیتا؟''

''کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی نے اس کو تم سے دس گنی فیس دے دی ہو؟'' اینجلو نے طنز سے کہا ''فیس لے کر کام چلانے والے پیسے کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ تم نے اسے دو ہزار ڈالر دیے تھے اور مشرق کی طرف جانے کو کہا تھا تمہارے دشمن نے بیس ہزار دے دیے اور اس کا رخ مغرب کی طرف کردیا پیسے میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔''

''لیکن کسی کو کیا معلوم اینجلو کہ میں نے نارمن موڈی سے معاہدہ کیا ہے۔'' جان سن نے کہا ''سوائے تمہارے میں نے کسی کو کچھ نہیں بتایا۔''

اینجلو ہنسا۔ ''ڈاکٹر جرائم کی دنیا میں تم اسپیشلسٹ نہیں ہو میں ہوں لوگ جو کسی کی جان کے درپے ہوتے ہیں اس کی نقل و حرکت پر نگرانی رکھتے ہیں۔ کسی نے تمہیں نارمن موڈی کے پاس جاتے دیکھ لیا ہو اور بعد میں خود جا پہنچا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ علم غیب کسی کے پاس نہیں ہوتا پھر نارمن کو کیسے معلوم ہوگیا کہ تمہاری کار میں کسی نے یوں ڈائنامائیٹ فٹ کردیا ہے۔ کیا رات کو اس پر وحی نازل ہوئی تھی جو وہ صبح صبح پہنچ گیا اور کھٹ سے ڈائنامائیٹ نکال لیا کار میں ایک سو ایک مقامات پر ڈائنامائیٹ لگایا جاسکتا ہے اور ایسے نہیں کہ انجن کا بونٹ کھولا اور نظر آ گیا۔ نارمن موڈی نے صرف تمہیں متاثر کرنے کے لیے ایک بچکانہ ڈرامہ کھیلا ہے جس کا اصل مقصد کچھ اور ہے۔''

''کیا؟'' جان سن نے ڈوبتے دل کے ساتھ کہا اس کے اپنے اندیشے تھے جن کا اظہار اینجلو کی زبان کر رہی تھی۔

''اب تم اس کی صلاحیت سے مرعوب ہوگئے ہو اور اسے یقین ہے کہ تم وہی کرو گے جو وہ کہے گا۔'' اینجلو نے کہا۔ ''وہ تم سے کہے گا کہ آدھی رات کو سر کے بل قطب شمالی پر آؤ تو تم جاؤ گے اور وہیں تمہارا کام تمام میری مانو تو ذرا محتاط رہو، نارمن موڈی سے تنہا مت ملو اور وہ کسی غیر آباد مقام پر بلائے تو ہرگز مت جاؤ بس مجھے اتنا ہی کہنا تھا

آ گئے تمہاری مرضی۔"

"تھینک یو اینجلو۔" جان سن نے کہا "میں یہ بات یاد رکھوں گا۔" اور ریسیور رکھ دیا۔ اس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا۔ اس نے اب تک سیدھی سادی بے خطر زندگی گزاری تھی جس میں اس کا کام لوگوں کی مدد کرنا تھا اور وہ اس کام سے ذہنی و مالی طور پر مطمئن تھا۔ لوگ اس کے پاس اپنے اپنے مسائل لے کر آتے تھے اور وہ پوری ہمدردی کے ساتھ ان کی داستان حیات کا المیہ سنتا تھا اور کوشش کرتا تھا انہیں وہ راہ دکھاتا تھا جس پر چل کے وہ بقیہ زندگی ہنسی خوشی گزار سکیں۔ کامیابی اسے مسرت دیتی تھی اور ناکامی چیلنج فیس کی حیثیت ہمیشہ ثانوی رہتی تھی لیکن یکلخت اس کی پر سکون زندگی کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ پہلی بار اسے احساس ہوا تھا کہ اس جیسے بے ضرر شخص کا وجود بھی کسی کی نگاہ میں کھٹکنے لگا تو وہ آمادہ قتل ہو جاتا ہے وہ اب تک سب کو دوست بناتا اور دوست سمجھتا آیا تھا۔ مگر اب اس کا واسطہ نارمن موڈی جیسے لوگوں سے پڑ گیا تھا۔ جو دوست بن کے دغا دیتے تھے اور قتل بھی کرتے تھے تو پورے اعتماد کے ساتھ ہمدرد بن کے محافظت کا یقین دلا کے اینجلو کی بات کو عقل تسلیم کرتی تھی مگر نہ جانے کیوں اس کا دل تذبذب کا شکار تھا۔ اسے نارمن موڈی ایسا آدمی نہیں لگتا تھا جو صرف پیسے کی خاطر اسے دشمنوں سے بچانے کا وعدہ بھول جائے اور صف دشمناں میں شامل ہو جائے اس کا علم نفسیات آدمی کو پہنچاننے میں اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتا تھا کہ اسے تمیز راہبر و راہزن نہ ہو اس کی نظر قاتل کو نہ شناخت کر سکے قاتل کا تو چہرہ گواہی دیتا ہے کہ اس کی فطرت خوں آشام ہے اور نارمن کا چہرہ کسی بچے کی طرح معصوم تھا شاید یہی فریب نگاہ کی بات تھی ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ بازی گر کھلا دھوکا دیتے ہیں اور بھیڑ کے لباس میں بھیڑیے گھومتے ہیں۔

دوپہر سے شام تک وہ مریضوں میں الجھا رہا۔ وہی زندگی کے مسائل، فریب آرزو اور فریب خیال کی باتیں محرومیوں کی داستاں رقابتوں کے سلسلے، نفرتوں کا خوف اور ناکامیوں کے اندیشے غم جاناں غم دوراں، ازل سے ابد تک آدمی کو مقدر پر اختیار نہ ہونے کا شکوہ رہے گا۔ گلہ رہے گا کہ دست قدرت نے پھول اور کانٹے دکھ سکھ دھوپ چھاؤں اور نشیب و فراز کا تناسب ہر جگہ سب کے لیے یکساں کیوں نہیں رکھا۔ سب سے آخر میں رخصت ہونے والی ٹیری برن تھی جیسے یہ صدمہ روگ بن کر چمٹ گیا تھا کہ سارے دنیا کے مرد بھی اس کے لیے ناکافی ہیں خواہ وہ دیوار چین سے بھی طویل تر قطار بنائے منتظر ساعت وصل ہوں، کاش وہ آخری وقت میں آ کے اس کے تھکے ہوئے خالی ذہن کو اپنے ذہن کی غلاظت سے بھرنا چھوڑ دے اسے جو بکنا ہو شروع میں آ کے بک جایا کرے جب وہ تازہ دم ہوتا ہے اور سب کچھ سننے کا متحمل ہو سکتا ہے۔ آخری وقت میں الزبتھ کے حسن بے مثال کی دید اور اس کے قرب کے احساس کی لذت اس کی موجودگی میں ملنے والی پر سکون راحت، ادھر خواہش اظہار تمنا ادھر خیال ترک مدارات کا ڈر، مگر اس کے برعکس ملتی ہے ٹیری جو زبردستی جان سن کو آبرو ریزی پر کمر بستہ شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ کے فحش ترین زبان میں مردوں کے لشکر جرار کو جنسی شکست دینے کے قصے سنانے آتی ہے کیسا زمین و آسمان کا فرق ہے ان دونوں عورتوں میں ایک صبح بہار کی پہلی خوشبو ہے۔ دوسری گٹر سے ابلتی غلاظت کی بو اک ہتھیلی کی حنا ہے دوسری دست قاتل کا لہو، جان سن کی قوت برداشت اب جواب دینے لگی تھی۔ ٹیری کینسر کی طرح تھی جس کا کوئی علاج نہ تھا اس نے طے کیا کہ وہ ٹیری کو آئندہ کے لیے سختی سے پھر نہ آنے کی تاکید کر دے گا اپنے مطلب کا کوئی ڈاکٹر ملتا ہے تو اس کے پاس جائے اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

"ہیلو" اس نے بے دلی سے کہا۔

"جان سن۔" لوزا کی آواز آئی۔ "لہجے سے یہ تاثر کیوں دینا چاہتے ہو کہ تم ٹھیک نہیں ہو۔"

جان سن ہنس پڑا۔ "لوزا، میں بالکل ٹھیک ہوں بس ایسے ہی کچھ بیزار بیٹھا تھا۔"

"اس بیزاری کا علاج تو تمہارے بہت سے مریضوں کے پاس ہوگا۔" لوزا نے شرارت سے کہا۔

"یہ بھی تم ٹھیک کہتی ہو۔" جان سن نے ہنستے ہوئے کہا۔ ابھی ابھی ٹیری میرا علاج کرنے آئی تھی۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ "لوزا تم تو فلمی معلومات کی چلتی پھرتی انسائیکلو پیڈیا ہو یہ بتاؤ اتنی کامیاب اداکارہ نے یکلخت اداکاری کو خیر باد کیوں کہہ دیا

Pakistanipoint.com

تھا۔ جب اس کی شہرت وعزت اپنے عروج پر تھی۔''
جواب میں لوزا کی شوخ ہنسی سنائی دی۔ ''تم مجھے الو بنانا چاہتے ہو یا خود کو الو ثابت کرنا چاہتے ہو، یہ بات کون نہیں جانتا۔''
''خدا کی قسم لوزا۔'' جان سن نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ ''مجھے نہیں معلوم اس نے مجھے نہیں بتایا آج تک۔''
''اچھا'' لوزا نے تعجب کا اظہار کیا۔ ''وہ جلا وطنی پر مجبور ہو گئی تھی اس پر قتل کا الزام تھا۔''
جان سن حیرت سے سن رہ گیا، ''قتل کس کا قتل؟''
''اس نے تمہیں بتایا ہے کہ اس کا چھٹا شوہر ایک مد تھا۔'' لوزا نے معنی خیز لہجے میں کہا۔
''نہیں تمہارا مطلب ہے باقی پانچ نہیں باقی چھ یہ تو ساتویں شادی ہوئی نا اس کی؟'' جان سن نے گڑ بڑا کر کہا۔
''ہاں۔'' لوزا بولی۔ ''وہ ہیری کی طرح نہیں تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ ٹیری کو قتل کرتا ٹیری نے اسے قتل کر دیا۔ مگر اس معاملے کو دبا دیا گیا کیونکہ ٹیری قانون کی گرفت میں آ جاتی تو ان سب فلموں کا کیا بنتا جو زیر تکمیل تھیں اور جن میں بڑے بڑے فلمسازوں کے کروڑوں ڈالر پھنسے ہوئے تھے ٹیری ان سب کی ہیروئن تھی۔ ٹیری کو بچا لیا گیا مگر اسے نئے معاہدے ملنے بند ہو گئے۔ سب ڈرتے تھے کہ کل کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس سے وہ مصیبت میں پڑ جائیں زیر تکمیل فلمیں بھی بڑی عجلت میں مکمل کی گئیں، اور ٹیری کو ہالی ووڈ سے روم بھیج دیا گیا اور روم سے نہ جانے کس گمنام جگہ کیونکہ ٹیری کے مخالف حریف اور حاسد اس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔''
''تمہیں اتنی تفصیلات کا علم کیسے ہوا؟'' جان سن نے حیرانی سے کہا۔
لوزا پھر ہنسی ''یہ تو بڑا زبردست اسکینڈل تھا ڈیئر اخبارات متضاد خبروں سے بھرے ہوئے ہوتے تھے مگر تم تو دنیا سے بے خبر ہو۔''
''واقعی، جان سن نے ریسیور رکھتے ہوئے سوچا میں ہی بے خبر ہوں اور دنیا میری بے خبری سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ ٹیری نے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا مگر وہ راز نہ بتایا جو کسی کے لیے راز نہ تھا۔ اس نے ہر جرم کا اعتراف کیا سوائے سب سے بڑے جرم کے مائیکل بھی مجھے سچ بولنے کی سزا دینے پر تلا بیٹھا ہے اور نارمن موڈی مجھے یہ سبق دینا چاہتا ہے کہ اندھے اعتماد کی سزا موت بھی ہو سکتی ہے وہ اٹھنے ہی کو تھا کہ فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔
''ڈاکٹر'' نارمن موڈی نے پر مسرت لہجے میں کہا۔ ''یاد ہے کل میں نے تم سے کیا کہا تھا؟''
''ہاں۔'' جان سن نے تھوڑے سے تامل کے بعد کہا۔
''کوئی کامیابی ہوئی۔''
''نارمن موڈی نے آج تک کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا جو پورا نہ ہو سکے۔'' نارمن نے فخر آمیز غرور سے کہا۔ ''میں نے معلوم کر لیا ہے کہ تم پر سارے قاتلانہ حملے کس کے اشارے پر ہوئے ہیں۔''
''کیا؟'' جان سن شدت اضطراب میں کھڑا ہو گیا۔
''کون ہے وہ کیا نام ہے اس کا۔''
نارمن ہنسا فون پر ساری بات نہیں بتائی جا سکتی۔ تم اسی وقت مجھ سے ملو مگر بالکل تنہا۔''
''کہاں؟'' جان سن نے دھڑکتے دل کو سنبھال کے کہا۔
''تمہارے دفتر میں؟''
''نہیں۔'' نارمن نے کہا فائر اسٹار میٹ پیکنگ کمپنی دیکھی ہے تم نے، نہیں؟ خیر سنو ٹونٹی تھرڈ اسٹریٹ سے مغرب کی طرف چلو، دریائے ہڈسن کو عبور کرو آگے فیکٹریوں کے گودام ہیں پرانی کاروں اور مشینوں کے ٹوٹے پھوٹے ڈھانچوں کے ڈھیر ہیں جو احاطوں کی چار دیواری میں نظر آتے ہیں گڈز ٹرانسپورٹ کمپنیوں کے اڈے ہیں مگر اس وقت وہاں صرف ٹرک ہوں گے۔ دفتر بند ہو چکے ہیں دائیں جانب پہلی گلی میں، قدم پیدل چلو گے تو یہ کمپنی ہے۔'' جان سن کے کان اس آواز کو بھی سن رہے تھے اور اینجلو کی آواز کو بھی وہ تم سے کہے گا کہ آدھی رات کو سر کے بل قطب شمالی پر آ ؤ تو تم جاؤ گے اور وہیں تمہارا کام تمام اینجلو کی پیشن گوئی کے عین مطابق نارمن اسے تنہائی میں ایک ویران مقام پر بلا رہا تھا۔
''کیا سوچ رہے ہو؟'' نارمن نے شاید جان سن کی خاموشی سے اس کے تذبذب کا اندازہ کر لیا تھا۔
''میں کچھ نہیں۔'' جان سن نے کہا ''نارمن تمہیں یقین ہے کہ قاتل پر تمہارا شبہ درست ہے تم تو بتا دو اس کا؟''

''میرا شبہ کبھی غلط نہیں ہوتا ڈون وینٹن کا نام سنا ہے کبھی نہیں سنا تو دیر مت کرو میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں تمہیں سب بتا دوں گا۔'' نارمن نے کہا اور فون بند کر دیا۔

جان سن بدستور ریسیور کو کان سے لگائے کھڑا رہا جیسے اب بھی گھس کر اڑ جانے والے ریکارڈ کی طرح اس میں سے ایک ہی صدا بار بار آ رہی ہے ڈون وینٹن...... ڈون وینٹن دیر مت کرو خبردار...... خبردار وہ کسی غیر آباد مقام پر بلائے تو ہرگز نہ جانا ہرگز نہ جانا دیر مت کرو دیر مت کرو ڈون وینٹن...... ڈون وینٹن خبردار...... خبردار۔

کانپتے ہاتھوں سے اس نے اینجلو کا نمبر ملایا۔

''اینجلو۔'' اس نے بہ مشکل تمام کہا۔ ''تمہارا خیال درست تھا۔ نارمن موڈی نے مجھے اسی وقت بلایا ہے ایک بالکل غیر آباد علاقے میں اور تنہا وہ کہتا ہے اس نے قاتل کا پتا چلا لیا ہے لیکن وہ فون پر کچھ نہیں بتا سکتا۔''

''کیوں؟'' اینجلو نے چلا کے کہا۔ ''میرا مطلب ہے فون پر ڈرنے کی کون سی بات ہے کون ہے قاتل۔''

''ڈون وینٹن۔'' جان سن نے حلق کو تھوک نگل کر تر کیا۔ ''تم اس نام کے کسی مجرم سے واقف ہو؟''

''نہیں۔'' اینجلو نے کہا ''تم خدا کے لیے اکیلے مت چل پڑنا میں مائیکل کے ساتھ پہنچتا ہوں۔''

''مائیکل کے بغیر نہیں آ سکتے تم؟'' جان سن نے کہا لیکن اینجلو اس سے قبل ہی فون بند کر چکا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد جان سن نے ہڈسن کو عبور کیا تو آسمان پر جمع ہو جانے والے گہرے سیاہ بادلوں میں بجلی چمکی اور اس نے اندھیرے میں لمحہ بھر کے لیے پھیل جانے والی اس روشنی میں پل پر سے آگے کا سارا منظر دیکھ لیا۔ شکستہ احاطوں کے اندر جو پرانی کاروں کے قبرستان کہلاتے تھے سیکڑوں ٹوٹی پھوٹی کاریں ایک دوسرے کے اوپر لاشوں کی طرح ڈھیر ہوئی پڑی تھیں۔ ان کی زندگی ختم ہو چکی تھی کیونکہ وہ قوت جو انہیں متحرک اور رواں دواں رکھتی تھی ان کا ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے روح آدمی کے جسم کا ساتھ چھوڑ جاتی ہے تو وہ لاش کہلاتا ہے گرج کی آواز کے ساتھ ہی بارش کا ریلا آیا اور سڑک پر ہیڈ لائٹس کی روشنی دھندلا گئی۔ دونوں جانب قطاروں میں کھڑے خاموش ٹرک اپنی اندھی آنکھوں سے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے اور ہر آفس کے باہر روشن واحد بلب کی مدھم زرد روشنی اندھیرے سے اور بارش کی یلغار کا مقابلہ کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی بلبلے سڑک پر ایک وحشیانہ رقص کر رہے تھے اور جان سن کی کار کے ونڈ اسکرین پر وائپر بڑی یکسانیت کے ساتھ حرکت میں تھے یوں جیسے کوئی انگلی کے اشارے سے اسے منع کر رہا ہے نہیں، نہیں آگے نہیں۔

جان سن کے پیچھے سو گز کے فاصلے سے دوسری کار آ رہی تھی جس کی دو روشن آنکھیں جان سن کو بیک ویو مرر میں نظر آ رہی تھیں کار یا اس میں بیٹھے ہوئے سارجنٹ اینجلو اور لیفٹیننٹ مائیکل کو اتنے فاصلے سے دیکھنا ممکن ہی نہیں تھا۔

جان سن نے کار کی رفتار کم کی اور اسے دائیں ہاتھ پر سڑک کے کنارے روک لیا۔ اس کے باہر نکلتے ہی دوسری کار بھی آ پہنچی۔ ''کم آن'' مائیکل نے غرا کر کہا۔ ''اس سہانے موسم میں تمہارا یہ ڈرامہ بھی دیکھ لیں۔'' جان سن نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کوٹ کے کالر اونچے کیے ہیٹ کو آگے جھکائے سرد ہوا اور پانی کی بوچھاڑ کا مقابلہ کرتے ہوئے ان تینوں نے دائیں ہاتھ کی پہلی گلی میں چلنا شروع کیا جان سن ان دونوں کے پیچھے صرف ٹارچ لیے ہوئے تھا۔ اینجلو اور مائیکل کے ہاتھ اپنے اپنے اوور کوٹ کی جیب میں ریوالور تھامے ہوئے تھے۔ جان سن کے دل میں اب نارمن کی نیت کے بارے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ کوئی ہوش مند آدمی صرف راز داری کے لیے اس ویرانے کا انتخاب نہیں کر سکتا۔ راز کی بات تو کسی گلی کے موڑ پر کسی گمنام سے کافی ہاؤس میں یا اس نائٹ کلب میں بھی کہی جا سکتی ہے۔ جہاں شور میں کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی ہو۔ یہ ویرانہ اس شب کی تاریکی میں صرف قتل جیسے سنگین جرم کی پردہ داری کے لیے ٹھیک تھا ایک قد آدم دیوار پر تاروں سے لٹکا ہوا بورڈ جھول رہا تھا اور دیوار سے مسلسل ٹکرا رہا تھا۔ نیلے رنگ کے بورڈ پر سفید حروف ڈھل کر واضح ہو گئے تھے۔ ''فائیو اسٹار میٹ پیکنگ کمپنی'' جان سن نے کہا لوہے کا دروازہ کھلا پڑا تھا اور دو بیرک جیسی ڈھلوان چھت والی عمارات اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھیں انہوں نے مختصر سے احاطے کو طے کیا تین زینے چڑھے اور اس چبوترہ نما برآمدے پر چلنے لگے جو عمارت کے گرد پھیلا ہوا تھا۔ پہلا دروازہ لمبائی کے رخ وسط میں تھا اور مقفل تھا لوہے کا شٹر والا یہ دروازہ

چھ فٹ کے قریب چوڑا تھا بارش کا پانی اب تینوں کے کپڑوں سے گزر کر جسم تک پہنچ چکا تھا اور ان کے بدن سردی سے سن ہو رہے تھے پہلی عمارت کا چوڑائی کے رخ والا دروازہ بھی بند تھا۔ مائیکل نے ایک قہر آلود نگاہ جان سن پر ڈالی اور آگے بڑھ گیا چکر مکمل کرنے کے بعد انہیں معلوم ہوگیا کہ اندر جانے کا کوئی بھی راستہ کھلا ہوا نہیں ہے۔

''اب۔'' مائیکل نے تلخی سے کہا۔

''نارمن۔'' جان سن نے چلا کر آواز دی۔ ''نارمن موڈی۔'' وہ کچھ دیر بعد پھر چلایا۔ اس کی آواز بارش کے شور میں گم ہوگئی۔ ''میرا خیال ہے یہاں کوئی تہہ خانہ بھی ہونا چاہیے۔'' جان سن نے کہا اس کی حالت اس بچے کی طرح ہو رہی تھی جس نے جھوٹ بولنے کی بھرپور کوشش کی ہو مگر اس کی توقع کیخلاف سچ کا پتا چل گیا ہو چنانچہ مائیکل نے تائید میں سر ہلایا تو اسے تعجب ہوا۔ ''یہاں گوشت کو ڈبوں میں بند کیا جاتا ہے۔'' مائیکل نے سوچتے ہوئے کہا۔

''ان کے سرد خانے زیر زمین ہی ہوں گے۔''

دوسری بار انہوں نے برآمدے سے نیچے اتر کے چکر لگایا اور وہ راستہ دیکھ لیا جو ڈھلوان کی طرح نیچے جا رہا تھا جہاں سے یہ راستہ شروع ہوتا تھا وہاں ایک پلیٹ فارم تھا جان سن نے اندازہ لگایا کہ گوشت لانے اور لے جانے ٹرک اسی پلیٹ فارم سے لگ کر کھڑے ہوتے ہوں گے۔ نیچے جانے والے سیمنٹ کے چھ فٹ چوڑے راستے کے سامنے ہونے کے باعث اسی پلیٹ فارم نے بارش کے پانی کو نشیب میں جانے سے روک رکھا تھا۔ راستے پر دونوں جانب دیوار کے ساتھ ساتھ وہ بیلٹ تھی جو گوشت کو نیچے سے اوپر یا اوپر سے نیچے لے جانے کے لیے چلتی تھی۔ آخر میں ایک دروازہ تھا مگر یہ دروازہ بند نہیں تھا۔ جان سن نے دروازے میں رک کر ٹارچ کی روشنی اس اندھیرے غار میں ڈالی۔ سرنگ جیسے کمرے میں تین ہی دروازے دائیں جانب تھے اور تین بائیں جانب مائیکل نے ریوالور نکال لیا۔ ''دروازہ کھولو۔'' اس نے جان سن کو پہلے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ جان سن نے دروازہ کھولا ٹارچ کی روشنی میں اسے چھت میں نصب لمبے لمبے آہنی کنڈوں کے ساتھ گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے معلق نظر آئے۔ اس نے سوئچ تلاش کیا اور لائٹ جلائی اندر کی دیواروں پر بھی برف جمی ہوئی تھی اور ہر طرف دھواں سا اٹھ رہا تھا۔ ''کیا ان میں سے کوئی تمہارا پرائیویٹ سراغ رساں نارمن موڈی ہے؟'' مائیکل نے طنز سے کہا۔

جان سن نے لائٹ آف کی اور دروازہ بند کر دیا۔ ''اس نے مجھے یہی جگہ بتائی تھی اگر وہ یہاں نہیں ہے تو میں کیا کروں؟''

''دوسرا کمرہ دیکھو۔'' اینجلو نے مشورہ دیا۔ جان سن نے کسی ارادے کے بغیر تعمیل کی دوسرے کمرے میں بغیر سر کے کھال اترے ہوئے سالم سور الٹے لٹکے ہوئے تھے ان میں سے کسی کا وزن تین سو پونڈ سے کم نہیں تھا اور انہی سوروں کے درمیان ایک کنڈے سے نارمن موڈی کی بے لباس لاش بھی الٹی لٹکی ہوئی تھی اس کا وزن بھی تین سو پونڈ سے کم نہیں تھا اور اس کا بھی سر غائب تھا گردن سے ٹپکنے والا لہو نیچے برف کی سفیدی پر جم گیا تھا۔

☆ ☆

جان سن نے ایک بار پھر کیلنڈر کی طرف اور ہاتھ کی گھڑی کی میں دیکھ کر خود کو یقین دلایا کہ آج جمعہ ہی ہے۔ اپنے اضطراب و انتظار کی اس کیفیت پر اسے ہنسی بھی آئی اور تعجب بھی ہوا۔ جب اس کی عمر موجودہ عمر سے آدھی تھی تو اس نے دل کی دھڑکن اور خون کی گردش اور سانس کی رفتار تیز کر دینے والے بہت سے عشق کیے تھے جن میں سے ہر ایک جان لیوا اور آخری محسوس ہوتا تھا اور وقتی طور پر کسی ایک لڑکی کے بغیر زندہ رہنا ناممکن لگتا تھا مگر ایسے بہت سے عشق زکام سے زیادہ ناپائیدار ثابت ہوئے اور ان لڑکیوں کے بغیر کاروبار حیات اسی طرح چلتا رہا جیسے سورج نہ نکلے تب بھی زمین گردش کرتی رہتی ہے لیکن اب اس عمر میں جب وہ ایک معزز باوقار اور سنجیدہ شخص اور ایک نامور ماہر نفسیات تھا اس کا ایک عام عورت کے عشق میں عہد شباب کے آغاز کی سنسنی خیزی محسوس کرنا اور ایک شادی شدہ عورت سے ناجائز تعلقات استوار کرنے کی شدید خواہش کے سامنے خود کو بے بس محسوس کرنا اور تمام خطرات کے احساس کے باوجود عقل کے مقابلے میں جذبات سے مغلوب ہونا ایک غیر متوقع تجربہ تھا۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ آئندہ زندگی میں اسے کوئی عورت پسند آئے گی تو اس کی بنیاد سو فیصد جنس کے حیوانی جذبے پر ہوگی۔ اس

کے لیے خیالات کی ہم آہنگی اور ذہنی مطابقت کے ساتھ کسی عورت کے حسن صورت و حسن سیرت سے متاثر ہونا اور شادی کر لینا بعید از قیاس بات نہ تھی مگر یہ صورت حال تو قطعی مختلف تھی۔ شادی کا تو خیر سوال ہی نہ تھا۔ اسے الزبتھ کا دیوانہ بنانے والا صرف اس کا بے پناہ حسن تھا ایک مکمل عورت کا بھرپور بدن تھا اور اس بدن کی قوت تسخیر تھی وہ جنسی کشش جس کے سامنے مزاحمت کی ہر کوشش بے سود تھی۔

اسے اب آ جانا چاہیے۔ جان سن نے گھڑی کی طرف دیکھ کر سوچا اس نے نظر اٹھائی تو وہ تصویر دلربائی دروازے کے فریم میں موجود تھی۔

''الزبتھ۔'' جان سن نے سانس روک کر کہا۔ یوں جیسے اس کے سامنے جیتی جاگتی عورت نہیں ہے اس کے تصور نے ایک پیکر رعنائی تراش لیا ہے اور یہ خواب ہے یا سراب ہے جو پل بھر میں مٹ جائے گا۔ الزبتھ کے لبوں کی خفیف سی مسکراہٹ کا اجالا اس کی آنکھوں میں بھی اتر آیا اس کے صحت مند رخساروں پر شفق پھوٹنے لگی۔ وہ نپے تلے قدم اٹھاتی جان سن کے انہماک خود فراموشی اور گستاخ نگاہی کا برا مانے بغیر اس کے عین مقابل آ کے بیٹھ گئی۔

''میں...... میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔'' جان سن نے چند سیکنڈ کے سکوت اور خاموشی کے بعد کہا الزبتھ نے پلکوں کی چلمن اٹھا کے اسے دیکھا۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں اداسی کا رنگ آج پُر گہرا تھا۔

''یہ تم سے آخری ملاقات ہے میں تمہارے سامنے ایک اعتراف کرنا چاہتا تھا۔'' اس نے تھرماس کھولا اور اس میں کافی کے دو مگ بھرے ایک مگ الزبتھ نے اٹھا لیا۔

پھر خاموشی کا ایک طویل وقفہ آیا جس میں وہ دونوں کافی پیتے رہے۔ جان سن دل کی بات زبان پر لانے کے لیے مناسب الفاظ کی جستجو کرتا رہا اور یہ بات کہہ دینے کے لیے ہمت کو مجتمع کرتا رہا اور الزبتھ کو دیکھتا رہا اور الزبتھ اس کی آنکھوں میں دل کی بات پڑھتی رہی ناکام کوشش کرتی رہی کہ جان سن کو دل کی یہ بات زبان پر لانے سے روک سکے اور میز کے نیچے اپنے پیروں کو دیکھتی رہی جو جان سن کے پیروں سے چند انچ دور تھے۔

''بات یہ ہے الزبتھ۔'' جان سن نے بالآخر مگ رکھ کے سکون سے کہا۔ ''آج تک میں نے جتنی بار بھی تمہیں مشورے کے لیے وقت دیا ہے اپنی مجبوری کے باعث دیا ہے ورنہ تمہیں کسی مشورے کی ضرورت نہیں تھی میں تم سے محبت کرنے لگا تھا۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' الزبتھ نے نظر اٹھا کے آہستہ سے کہا ''تمہاری طرح میں بھی تو مجبور تھی۔''

''ہاں۔'' جان سن نے کہا ''مجھے یہ بھی یقین تھا کہ تم میرے دلی جذبات سے بے خبر نہیں ہو مجھے اپنی اور تمہاری پوزیشن کا علم تھا اور میں جانتا تھا کہ ہم کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ لیکن ایک حقیقت کا اعتراف کرنے میں تو کوئی خطرہ نہیں۔''

''زندگی میں بہت سے خطرات سے مفر اپنے اختیار کی بات نہیں ہوتی۔'' الزبتھ نے کہا یکلخت اس نے دروازے کی طرف دیکھا اور نروس ہو کے کھڑی ہو گئی۔ ''مجھے افسوس ہے کہ اسی خوف کے باعث میں تم سے وہ بات کہنے کی ہمت نہ کر سکی جس کے لیے تمہارے پاس آتی تھی۔ میں اب اپنے شوہر کے ساتھ شکاگو جا رہی ہوں۔ شاید میں پھر نہ آؤں۔''

''تم اس وقت بھی وہ بات کہہ سکتی ہو۔'' جان سن نے کہا ''اگر تم چاہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔''

الزبتھ نے نفی میں سر ہلایا وقت گزر چکا ہے اب اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں خدا حافظ۔''

''خدا حافظ۔'' جان سن نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور الزبتھ کا ہاتھ تھام لیا۔ ''میں ہمیشہ تمہیں یاد رکھوں گا۔''

''جان۔'' الزبتھ نے جذبات سے بوجھل آواز میں کہا ''میں تمہاری سلامتی کے لیے صرف دعا کر سکتی ہوں وعدہ کرو تم اپنا خیال رکھو گے۔''

''یہ دعا میرے لیے بہت ہے لزا۔'' جان سن نے کہا اور اس کے ہاتھ کی پشت پر اپنے جلتے لبوں کا بوسہ ثبت کر دیا۔

الزبتھ نے اپنا ہاتھ چھڑایا اور پلٹ کر دوڑتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ وہ اس کی ہائی ہیل کے جوتوں کی آواز کو کاریڈور کے فرش پر دور ہوتے سنتا رہا۔ پھر یہ آواز بھی نہ رہی جب اس نے دیکھا تو الزبتھ کی بجائے لیفٹیننٹ مائیکل اس کے سامنے کھڑا اسے بڑی معنی خیز نظروں سے

دیکھ رہا تھا۔ ''کیا بات ہے ڈاکٹر جان سن مجھے دیکھ کر تمہارے ہوش گم ہوگئے ہیں۔'' وہ بولا۔

''یہ تمہاری خوش فہمی ہے کہ تمہاری شخصیت اتنی مسحور کن ہے۔'' جان سن نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''یا تم ڈریکولا ہو۔''

''مجھ سے زیادہ خوش فہمی کا شکار تم ہو۔'' مائیکل نے چراغ پا ہوتے ہوئے کہا۔ ''کہ تم ایک نامور ماہر نفسیات اور ڈاکٹر ہو، میری نگاہ میں تمہاری حیثیت صرف ایک عیار قاتل کی ہے تم دنیا کو دھوکا دے سکتے ہو مجھے نہیں۔''

''پھر انتظار کس بات کا ہے۔'' جان سن نے تڑپ کر کہا۔ ''گرفتاری کا وارنٹ کیوں نہیں لے آتے۔''

''وارنٹ میرے ایک اشارے پر نکل سکتا ہے۔'' مائیکل نے کہا۔

''لیکن میں اپنے شکار پر اس وقت تک ہاتھ نہیں ڈالتا۔ جب تک اس کے لیے فرار کے تمام راستے بند نہ کردوں اور مجرم جتنا چالاک ہو اس کے لیے قانون کی گرفت بھی اتنی ہی مضبوط رکھنی پڑتی ہے میں اب تک صرف یہ طے نہیں کرسکا ہوں کہ اس خونریزی کا مقصد کیا ہے یہ ڈرامے؟''

''ڈرامے؟'' جان سن میز پر مکا مارا زندگی میں ایسے مواقع بہت کم آتے تھے جب وہ مشتعل ہوتا تھا لیکن مائیکل کے رویے کو برداشت کرنا اب اس کے لیے دشوار ہوگیا تھا ہ آیا بھی ایسے وقت میں تھا جب الزبتھ سے جدائی کے زخم سے لہو رس رہا تھا اور درحقیقت یہ مایوسی اور دل شکنی کے درد ادوا کا ردعمل ہی تھا۔ جو بے بسی کے باعث اشتعال کی کیفیت میں ڈھل گیا تھا۔

''ہاں ڈرامے۔'' مائیکل نے جواب میں میز پر مکا ارا۔ ''ہوسکتا ہے وہ آدمی تمہارا ہی ہو جو بعد میں کار کے ادثے کا چشم دید گواہ بن کے نمودار ہوگیا۔ تمہارے کمرے میں دو قاتلوں کا تالے کھول کر آنا اور لوٹ جانا وسرا بے سروپا جھوٹ تھا۔ تمہارے اپنے کہنے کے مطابق ابیوں کے دو سیٹ تھے ایک پولیس کے پاس تھا۔ نہ اس پر یرافین کے آثار ملے نہ تالے کے سوراخ میں کیا اس کا یہ طلب نہیں نکلتا کہ کسی نے بھی چابیوں کا تیسرا سیٹ نہیں وایا اور یہ تالے خود تم نے کھولے تھے بات یہ ہے ڈاکٹر کہ تی طور پر میں نے تمہاری شہرت اور عزت کو مدنظر رکھتے ہوئے تسلیم کرلیا تھا کہ کارل مارک کا پہلا قتل اور کیرل کا دوسرا قتل کسی جنونی کی حرکت تھا میرے یقین کو تقویت پہنچانے کے لیے تم نے یہ مفروضہ پیش کیا کہ ہدف تمہاری ذات بھی اور تم قاتل نہیں ہو بلکہ مقتول ہوسکتے ہو خود کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے تم نے ایک پرائیویٹ سراغ رساں کی خدمات حاصل کیں۔ یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ تمہیں پولیس پر اعتماد نہیں اور یکلخت اور عظیم سراغ رساں نے تمہاری کار میں سے ڈائنامائیٹ بھی برآمد کرلیا جو صرف دو افراد نے دیکھا ہے چنانچہ یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ ڈائنا مائیٹ کا افسانہ کس کے ذہن کی تخلیق تھا۔ رہ جاتے ہو صرف تم تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ وہ ایٹم بم تھا تم نے اس سراغ رساں کو بھی اس لیے ٹھکانے لگادیا کہ اپنے غائبانہ دشمنوں کے وجود کو ثبوت فراہم کرسکو کہ وہ تمہارے ہی نہیں اس کے بھی پیچھے پڑگئے تھے کیونکہ اس نے حیرت انگیز صلاحیت کا ثبوت دیتے ہوئے قاتل کا نام معلوم کرلیا تھا صرف چوبیس گھنٹے میں۔''

''کیا یہ غلط ہے۔'' جان سن نے پٹے ہوئے مہرے کی طرح کہا اس کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

''یہ تم مجھ سے پوچھتے ہو؟'' مائیکل نے گرج کر کہا تم نے وہ نام ایجاد کیا تھا جس کا وجود ہی نہیں۔ اٹھاؤ یہ ٹیلی فون ڈائریکٹری اور اس میں سے ایک بھی ڈان وینٹن نکال دو۔ میں نے لاس اینجلز، شکاگو، نیویارک، نیو اورلینز کے ریکارڈ چیک کرانے کے بعد ایف بی آئی کے مرکزی بیورو میں پورے امریکا اور انٹرپول کے مجرموں کا ریکارڈ چیک کرایا لیکن ڈان وینٹن نام کا کوئی مجرم نہیں۔ یہ کسی مجرم کی عرفیت نہیں کسی کا فرضی نام نہیں ایک درجن مختلف ناموں سے وارداتوں میں شریک ہونے والے کسی مجرم نے وقتی طور پر بھی یہ نام استعمال نہیں کیا میں تمہاری ذہانت کا اعتراف کرتا ہوں۔''

ڈاکٹر جان سن کھڑا ہوا اور اینجلو کی طرف دیکھے بغیر نکل گیا۔ اینجلو نے اٹھ کر اس کے پیچھے جانے کی کوشش نہیں کی اور چند سیکنڈ دروازے کی طرف دیکھتا رہا بھاری قدموں کی آواز سے اندازہ ہوتا تھا کہ مائیکل اکیلا ہی واپس جارہا ہے۔

''آئی ایم سوری ڈاکٹر۔'' اینجلو نے کہا ''حالات و

Pakistanipoint.com

واقعات کی شہادت نے مائیکل کا حوصلہ بلند کر دیا ہے۔‘‘
’’اینجلو۔‘‘ جان سن نے کہا۔ ’’میرے حوصلے کو بھی شکست نہیں ہوئی ہے میرا یقین برقرار ہے کہ ڈون ویٹنن کا نام نارمن موڈی کے ذہن کی اختراع نہیں تھا اور مجھے بالکل شبہ نہیں کہ وہ بدستور میری جان کا دشمن ہے باقی لوگ صرف میری وجہ سے مارے گئے۔ کارل مارک میرے دھوکے میں کیرل کو اس لیے مارا گیا کہ وہ ایک ٹیپ یا کوئی دستاویزی ثبوت دینے پر تیار نہیں تھی جو قاتلوں کے خیال میں ان کے لیے خطرے کا باعث تھا۔ شاید وہ سمجھتے ہوں گے کہ میں نے ان کے خلاف شہادت کو محفوظ کر لیا ہے کہ میں مارا جاؤں تو پولیس انہیں فوراً پکڑ لے ایسا کوئی ٹیپ تھا کہاں جو کیرل انہیں دیتی۔ چنانچہ انہوں نے کیرل پر تشدد کیا وہ کیرل کے بارے میں یہ نہیں جانتے تھے کہ فی الحقیقت کوئی ایسا ٹیپ موجود ہوتا تب بھی وہ اپنی جان دے دیتی مگر وہ ٹیپ نہ دیتی نارمن موڈی کے قتل کا سبب واضح ہے اس نے ڈوب ویٹنن کو شناخت کر لیا تھا۔‘‘
بے یقینی کے آثار اینجلو کی صورت سے عیاں تھے لیکن اس نے کہا۔ ’’اگر فیصلہ میرا ہوتا تو میں کبھی یہ نہ سمجھتا کہ تمہارا خیال غلط ہے۔‘‘ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ’’لیکن میں مائیکل کا ماتحت ہوں اور پولیس کمشنر کہتا ہے کہ تمہیں مائیکل پر اعتماد نہیں تو نوکری چھوڑ دو وہ تمہارا افسر ہے تمہارے کہنے سے میں نہیں مان سکتا کہ وہ ڈاکٹر جان سن کے خلاف انتقامی جذبہ رکھتا ہے۔‘‘
’’تھینکس اینجلو۔‘‘ جان سن نے کہا۔ ’’مجھے معلوم ہے میں ایک ایسے نظام کی سازش کا شکار ہو رہا ہوں جسے بدلنا تمہارے اختیار میں نہیں لیکن تمہاری ہمدردی بھی غنیمت ہے دنیا میں کوئی تو ہے جو مجھے بے گناہ اور مجبور سمجھتا ہے۔‘‘
اینجلو کے رخصت ہوتے ہی جان سن نے دروازوں اور الماریوں کو مقفل کیا اور اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے دوسرے کمرے میں پہنچا۔ یکلخت کسی نے پیچھے سے اسے دبوچ لیا اس کی کہنی کا خم جان سن کی گردن پر شکنجے کی طرح آ گیا اور اس کے گھٹنے نے جان سن کو بند دروازے سے لگا دیا۔ ’’باسٹرڈ۔‘‘ کسی نے دوسرے ہاتھ سے اس کی پسلیوں پر مکے رسید کرتے ہوئے کہا وہ غیر معمولی جسمانی قوت کا مالک تھا اور قد و قامت میں بھی جان سن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ یقیناً کیرل والے کمرے میں بہت پہلے سے چھپا ہوا اینجلو کے رخصت ہونے کا انتظار کر رہا تھا جان سن کا سانس رکنے لگا اور ضرب کی شدت سے اس کی پسلیاں چٹخنے لگیں اس نے زندہ رہنے کی جدوجہد میں اپنے جسم کی ساری قوت کو داؤ پر لگا دیا اور ایک ٹانگ موڑ کر پیچھے کی طرف وار کیا۔ جوتے کی ایڑی حملہ آور کی دونوں ٹانگوں کے درمیان لگی اور وہ کراہا۔ ذرا سی دیر کے لیے اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور جان سن نے اس کے پیٹ میں کہنی ماری آزاد ہوتے ہی اس نے اپنے مقابل ایک ایسے شخص کو دیکھا جو قد میں اس سے چھ انچ زیادہ تھا اس کا کسرتی بدن کسی اسپورٹ مین کی طرح متناسب تھا گو اس کشمکش میں ٹائی کی گرہ کھسک گئی تھی اور بال پریشان ہو گئے تھے لیکن جان سن دیکھ رہا تھا کہ اس نے بڑا قیمتی سوٹ پہن رکھا ہے اور وہ ہینڈسم ہی نہیں خوب صورت ہے اس کا مہذب متین اور شریفانہ چہرہ کسی مجرم کا چہرہ نہیں تھا۔
جان سن کے سنبھلنے سے پہلے اس نے پھر جان سن کو اپنی پھرتی سے مغلوب کر لیا اس کے دونوں ہاتھوں نے سامنے سے جان سن کی گردن پکڑ لی ایک وحشیانہ قوت کے ساتھ اس نے جان سن کا سر دروازے پر دے مارا۔ پل بھر کے لیے جان سن کی نظروں نے چھت سے معلق بلب کو جلتے بجھتے اور پنڈولم کی طرح ہلتے محسوس کیا۔ پھر جان سن کا سر دوسری بار دروازے سے لگا اور اس کے گرد اندھیرا محیط ہو گیا۔ ایک منٹ بعد اسے ہوش آیا تو وہ فرش پر پڑا تھا اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر ایک بوٹ کی ٹھوکر اس کے سر پر فٹ بال کی کک بن کر پڑی وہ الٹ کر دوسری طرف جا گرا۔ اس کے کانوں میں ایک اور غلیظ گالی کی آواز آئی۔
’’پلیز۔‘‘ جان سن کراہا اور اس نے جانوروں کی طرح چاروں ہاتھوں پیروں کا سہارا لے کر بیٹھنا چاہا مگر دوسری کک اس کے پیٹ پر لگی اور وہ چت ہو گیا۔ نہ جانے کتنی دیر بعد آہستہ آہستہ درد کا احساس جاگا پھر اس کے کانوں میں کسی کے سسکیاں لے کر رونے کی آواز آئی اس نے اپنی آنکھیں کھولیں کمرے میں جیسے ہر چیز دھوئیں میں لپٹی ہوئی مبہم اور غیر واضح تھی اور صورت بدل رہی تھی۔ ڈول رہی تھی اور بار بار جھلک دکھا کے اوجھل ہو رہی تھی۔ رفتہ رفتہ دھواں غائب ہو گیا اور روشنی پھیلتی گئی متحرک چیزیں

ساکت ہوگئیں اور اس کی آنکھیں اپنے کمرے کے مانوس ماحول کو شناخت کرنے لگیں۔ اس نے رونے والے کو دیکھا وہ چھ فٹ کا لمبا چوڑا خوب صورت مرد اس کا اجنبی قاتل میز پر سر رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا اپنی حالت دیکھ کر وہ سب کچھ بھول گیا اور بے اختیار اس کے ہاتھوں نے اس لوہے کی سلاخ تک رسائی حاصل کرلی جو آتشدان کے قریب رکھی تھی اور آگ کریدنے کے کام آتی تھی تکلیف کے باوجود بجلی کی طرح اٹھا اور اس کا اٹھا ہوا ہاتھ نیچے آیا اور وہ اس شخص نے اس کا ہاتھ تھام لیا سلاخ اس کے ہاتھ سے گرگئی۔ اس کا اٹھا ہوا ہاتھ نیچے آیا اور وہ اس شخص کے مقابل دوسری کرسی پر گر پڑا میرے خدا یہ میں کیا کرنے والا تھا۔ میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھے اس گناہ سے بچالیا۔ یہ شخص اگر ذہنی مریض ہے تو کیا میں تو پاگل نہیں ہوں میں ڈاکٹر ہوں میرا کام جان بچانا ہے۔ اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ اس شخص کے کندھے پر رکھا۔

''کون کون ہو تم اور مجھ سے تمہیں کیا گلہ تھا مجھ سے جو تم میری جان لینے پر تل گئے تھے؟'' اس نے بمشکل تمام کہا۔ اس شخص نے سر اٹھایا۔ ''تم...... تم قاتل ہو تم نے کارل مارک کا خون کیا ہے۔''

جان سن نے انکار میں سر ہلایا۔

''اسے...... اسے میں نے نہیں مارا تمہارا کیا رشتہ تھا اس سے۔''

''وہ میرا دوست تھا۔'' اس شخص نے روتے روتے کہا اس کا جارحانہ انداز بالکل باقی نہ رہا تھا وہ کسی بچے کی طرح رو رہا تھا جس کا کھلونا ٹوٹ گیا ہو۔ وہ میری زندگی تھا تین سال تک وہ میرے لیے سب کچھ تھا۔''

ساری بات جان سن پر روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی۔ ''تم بانڈ ہو چارلس بانڈ کارل مارک تمہارے ساتھ رہتا تھا؟''

''ہاں۔'' وہ بولا ''مگر تم اور تمہارے جیسے اخلاق و کردار کے ٹھیکیدار ہماری مسرتوں کے دشمن تھے میں پوچھتا ہوں یہ حق کس نے دیا ہے تمہیں کہ نیکی بدی گناہ و ثواب اور جائز و ناجائز کے معیار بناؤ اور ہر شخص پر مسلط کردو اگر ہم گناہ گار تھے تو سزا کا اختیار خدا کو تھا۔ اگر ہم بدکار تھے تو اپنے لیے اور ہم پارسائی کا دعویٰ بھی نہیں کرتے تھے۔ تم جیسے لوگوں نے اسے احساس جرم و ندامت میں مبتلا کیا۔ ضمیر کی خلش دی اور اسے مریض بنا کے اس کا علاج کرتے رہے تھے۔ کیا نتیجہ نکلا اس کا تین سال بعد وہ مارا گیا۔ وہ میرے ساتھ تھا تو خوش تھا اور زندہ تھا تم نے اس کی خوشی اور اس کی زندگی دونوں چھین لیں۔ مجھے معلوم ہے وہ میرے پاس ہوتا تو وہ آج بھی خوش ہوتا اور زندہ ہوتا مجھے بتاؤ کیا تم اس کے قاتل نہیں ہو اب اس کے بغیر میں بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔''

جان سن نے اس کے شانے پر محبت سے تھپکی دی۔ ''نہیں چارلس تم زندہ رہو گے میں تمہیں جینا سکھاؤں گا اور میں تمہاری زندگی کی ہر خوشی لوٹا دوں گا کہ مسرتوں کے خزانے کہاں ہیں۔''

''اچھا۔'' اس نے بچوں کی طرح حیرت اور مسرت آمیز تجسس کے ساتھ کہا۔ ''وہ کیسے؟''

''کل صبح میرے پاس آؤ۔'' جان سن نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک دس بجے اور اب چلو مجھے گھر تک چھوڑ کے آؤ میں ڈرائیونگ کے قابل نہیں رہا۔''

چارلس نے فرمانبرداری سے سر ہلایا اور اسے سہارا دے کر کھڑا کیا۔ وہ اب نادم تھا اس عمارت کے سامنے جس میں ڈاکٹر کا فلیٹ تھا اپنی کار روکنے کے بعد وہ ڈاکٹر کو فلیٹ تک چھوڑ کر آنے پر مصر تھا۔ مگر جان سن نے کہا کہ اب وہ لفٹ کے ذریعے اوپر چلا جائے گا۔

''ڈاکٹر۔'' چارلس نے کہا۔ ''آئی ایم سوری۔'' اور کار آگے بڑھا دی۔

جان سن مسکرایا اور اندر داخل ہوگیا۔ خلاف معمول چوکیدار موجود نہیں تھا۔ دو افراد دائیں بائیں جانب سے اس کے ساتھ لفٹ کی طرف بڑھے جان سن ٹھٹک گیا جارحانہ عزائم کا اظہار ان کی صورتوں سے اور ان کے انداز و اطوار سے ہوتا تھا۔

وہ دونوں طویل قامت تھے ان دونوں نے ہاتھ اوور کوٹ کی جیبوں میں ڈال رکھے تھے دونوں کے فلیٹ ہیٹ سر پر آگے کی طرف جھکے ہوئے تھے اور وہ دونوں سیاہ چشمہ لگائے ہوئے تھے جان سن نے ان دونوں کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا وہ لفٹ میں جانے کا خیال ترک کر کے

زینے کی طرف بڑھا ان میں سے ایک جان سن کی راہ میں حائل ہو گیا۔

"لفٹ کے ہوتے ہوئے زینے کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔" وہ بولا دوسرے نے تائید میں سر ہلایا۔

"لیکن یہ میری مرضی کی بات ہے۔" جان سن نے احتجاج کرتے ہوئے کہا بیک وقت ان دونوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"ہمارا خیال ہے کہ یہ ہماری مرضی کی بات ہے۔" دوسرے شخص نے جیب سے ہاتھ نکالا اور ریوالور دکھا کے واپس جیب میں ڈال لیا جان سن ان دونوں کا کسی صورت مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اگر وہ خالی ہاتھ ہوتے تب بھی نہیں۔

اس کا چیخنا چلانا بے سود تھا کسی کے جاگنے اور باہر آنے سے قبل ہی وہ جان سن کو گولی مار کے جا سکتے تھے اگر اس وقت کوئی آ جائے جان سن نے لفٹ کی طرف چلتے ہوئے آخری دعا کی یکلخت بہت قریب سے عورتوں اور مردوں کی ملی جلی ہنسی سنائی دی۔ ان دونوں نے جان سن کو دھکیلا جان سن لفٹ کے دروازے پر رک گیا دو عورتیں اور دو مرد اندر آ گئے۔

"ایک منٹ۔" مرد نے چلا کے کہا۔

اس وقت تک جان سن اور ان کے دونوں اجنبی قاتل لفٹ میں داخل ہو چکے تھے اور ایک ہاتھ لفٹ کا بٹن دبانے کے لیے بڑھ رہا تھا۔ مگر جان سن نے دیکھ لیا تھا کہ وہ دونوں سامنے ہونے کے باعث ان چاروں کی نگاہ میں آ چکے ہیں اب وہ لفٹ لے کر فرار نہیں ہو سکتے تھے ان چاروں گواہوں میں سے دو یقیناً بعد میں پوری تفصیل کے ساتھ پولیس کو قاتلوں کا حلیہ لکھوا سکتے تھے۔

"نمبر ٹین پلیز۔" ایک مرد نے کہا جان سن نے ون کے بعد پانچ پر انگلی رکھ دی۔ نمبر روشن ہوتے گئے جان سن کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ پانچ کا عدد روشن ہوا اور دروازہ کھل گیا مگر وہ کھڑا رہا۔

"پانچواں فلور۔" دونوں میں سے ایک نے اسے یاد دلایا جان سن چونکا یوں جیسے وہ اپنے خیالات میں گم تھا اور یہ بات بھول گیا تھا۔ چند سیکنڈ کی تاخیر اسے بچا سکتی تھی۔

جب وہ لپک کر نکلا تو دروازہ تقریباً بند ہو چکا تھا پیچھے کھڑے ہوئے دونوں قاتلوں کو آگے آنے کی مہلت نہیں ملی تھی اور لفٹ اوپر چل پڑی تھی۔

جان سن بے تحاشا بھاگا اور زینے سے نیچے اترنے لگا چارلس نے اسے ڈرائیونگ کے قابل بھی نہیں چھوڑا تھا لیکن وہ نہ جانے کیسے دو دو تین تین سیڑھیاں پھلانگ گیا اور محفوظ رہا۔ تیسری منزل تک پہنچنے میں اسے چند سیکنڈ لگے اس نے چابی لگا کے تالا کھولا مگر وہ اندر داخل ہونے بھی نہ پایا تھا کہ کوئی اس سے پہلے گزر گیا اس کے اندر پہنچتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔

"ٹیری۔" جان سن نے جیسے رو کر کہا جواب میں ٹیری برن کی بے شرم ہنسی اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ "پلیز...... پلیز ٹیری مجھے سنبھال لو۔" جان سن نے کہا۔

نیم بے ہوشی کے عالم میں اس نے اپنے بے لباس جسم کو باتھ روم کے گرم پانی کے ٹب میں ڈوبتے ہوئے محسوس کیا راحت کے احساس سے اور تحفظ کے خیال سے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں، ٹیری کے ہاتھوں نے بڑی نرمی اور بڑی محبت سے اس کے جسم کو خشک کیا۔ جب ٹیری کافی لے کر آئی تو اس نے کوڈین کی دوا اور اسپرین کی دو گولیاں نگل لیں غنودگی کی کیفیت میں اسے ٹیری کو اپنے جسم کی حرارت اس کے جسم میں منتقل کرتے محسوس کیا اور اس نے بے اختیار ٹیری کی آغوش میں پناہ لے لی رات نہ جانے کب ختم ہو گئی۔ وہ وقت کے احساس سے بے خبر اپنی پناہ گاہ میں لیٹا رہا آہستہ آہستہ تھکن خوف اور درد کی شدت مٹنے لگی۔

"ٹیری۔" اس نے آنکھیں پوری کھول کر کہا۔ "تم نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا تھا کہ تم نے ایک قتل کیا تھا۔"

"بتانے سے کیا ہوتا ہے ڈارلنگ۔" ٹیری نے برا مانے بغیر کہا۔ "میں نے کہا تھا کہ قتل میں نے نہیں کیا تو دنیا نے نہیں مانا تھا۔ اب انکار یا اقرار سب برابر ہیں جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔"

"ہاں۔" جان سن نے کہا "جو ہونے والی بات ہے وہ ضرور ہوتی ہے کوئی کچھ بھی کرے۔"

......☆❁☆......

اس کی آنکھ ایک فائر سے کھلی۔ "ٹیری۔" وہ گھبرا کے اٹھ بیٹھا لیکن ٹیری کی جگہ خالی تھی۔ اس کی جگہ ایک پرچہ رکھا تھا۔ جس پر فحش سی بات لکھی تھی۔ اس نے کھڑی دیکھی۔ وہ پوری رات اور ایک پورا دن سوتا رہا تھا فائر کی

Pakistanipoint.com

آواز بالکل واضح تھی مگر کچھ دبی دبی سی محسوس ہوئی تھی جیسے ریوالور پر سائلنسر لگا ہوا ہے۔ پلک جھپکتے میں وہ بستر سے اتر گیا اور دروازہ کے سوراخ سے باہر جھانکنے لگا۔ باہر کوئی بھی نہیں تھا۔ شاید یہ میرا وہم تھا یا میں نے خواب دیکھا تھا۔ جان سن نے سکون کا گہرا سانس لیا لیکن سانس اس کے حلق میں اٹک گیا سب سے باہر والے کمرے میں دو افراد گفتگو کررہے تھے۔

”وہ اندر ہی ہے۔“ کسی نے اعتماد سے کہا۔

جان سن نے اِدھر اُدھر دیکھا اور کمرے کا سامان دروازے کے سامنے ڈھیر کرنے لگا۔ مسہری کو دروازے کے ساتھ لگا کے اس نے میز کو اس طرح رکھا کہ دروازے سے دیوار تک ساری جگہ بھر گئی۔ فائر سے تالہ توڑ کر اندر آنے والے اب بڑے اطمینان سے باتیں کررہے تھے۔

”اوہ نو۔“ ان میں سے ایک ہنسا۔ ”اور نہ مرا تو ہم سے پہلے لوگ اسے اسپتال لے جائیں گے۔“

اسپتال جان سن کے ذہن میں بجلی کی طرح ایک خیال آیا اس نے ٹیلی فون اٹھایا اور ایک نمبر ملانے لگا۔

”ہلو...... ایمرجنسی؟“ اس نے ریسیو اٹھانے والے سے کہا۔ ”یہاں ایک شخص نے خودکشی کرلی ہے نہیں، نہیں وہ ابھی زندہ ہے میں اس کا پڑوسی بول رہا ہوں پتا لکھو اور دیر مت کرنا ورنہ وہ مرجائے گا۔“ باہر سے دوسرا فائر سنائی دیا۔ جان سن نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے اور قاتلوں کے درمیان اب بھی دو کمروں کے مقفل دروازے حائل تھے ضرورت کے وقت آخری پناہ گاہ باتھ روم ہوسکتی تھی۔ اس نے مسہری پر مزید سامان رکھنا شروع کیا۔ پھر اس نے تمام نقد رقم جیب میں ڈالی۔

”یہاں بھی کوئی نہیں۔“ پہلی آواز نے کہا مگر اس کے لہجے میں مایوسی یا گھبراہٹ بالکل نہیں تھی۔

”باسٹرڈ۔“ دوسرے نے کہا۔ ”رہتا بڑے شاہانہ طریقے سے ہے۔“

”کچھ لوگ واقعی پاگل ہوتے ہیں۔“ پہلے والے نے انکشاف کیا۔ ”کچھ خود کو پاگل سمجھنے پر مصر ہوتے ہیں۔“

”اور دونوں اسے فیس دیتے رہتے ہیں۔“ پہلا ہنسا۔ ”دماغ دونوں کا کبھی ٹھیک نہیں ہوتا۔“

ان کا اطمینان قابل رشک تھا وہ جانتے تھے کہ ان کا شکار محصور ہے اور اس کے لیے فرار کا کوئی راستہ نہیں۔ آخری کمرے کا تالہ تیسرے فائر سے ٹوٹا اور وہ ساتھ والے کمرے میں آگئے۔

”کل قسمت نے اسے بچالیا۔“

”قسمت اسے ہمیشہ بچاتی آئی ہے۔“ دوسرے نے کہا وہ کچھ فلسفیانہ گفتگو کا عادی تھا۔

”وہ اس کمرے کے علاوہ کہیں نہیں ہوسکتا۔“ پہلے نے کہا جان سن نے تولیہ سے چہرے کا پسینہ خشک کیا اس کا بدن ٹھنڈا پڑ گیا تھا اور کانپ رہا تھا۔ قسمت کہیں نہ کہیں دغا ضرور دے جاتی ہے۔ اس وقت جب ادمی اپنی خوش نصیبی پہ بھروسہ کرنے لگتا ہے۔ اسے اچانک معلوم ہوتا ہے کہ اگلے موڑ پر بدنصیبی اور موت کی اندھی خلیج ہے اور پیچھے جانے کے راستے مسدود ہیں۔ اپنے ماضی کی طرف یوں بھی کون لوٹ سکتا ہے۔ حال کا کوئی لمحہ اچانک ختم ہوجائے تو موت آلیتی ہے۔

”ایک منٹ۔“ پہلے شخص نے کہا۔ ”یہ ٹی وی دیکھا تم نے؟ یہ ایمرجنسی والے نظر آرہے ہیں مجھے۔“

”ہاں مگر اس عمارت میں سیکڑوں لوگ رہتے ہیں۔“ دوسرا بولا۔ ”نہ جانے کون بیمار ہے۔“

”انہیں گزر جانے دو۔“ پہلے نے کہا اگر کوئی زخمی ہوا ہے یا قتل وغیرہ کا چکر ہے تو پولیس بھی ہوگی اور نہیں ہوگی تو آجائے گی۔“ ڈاکٹر نے تالے کے سوراخ سے جھانکا۔ وہ دونوں کلوز سرکٹ ٹی وی کو دیکھ رہے تھے جس پر نیچے کے ہال کا پورا منظر دکھائی دیتا تھا۔ ایمرجنسی والے آپہنچے تھے دو ڈاکٹر دو نرس میں اسٹریچر اٹھانے والے دو آدمی۔

گھڑی کی سوئیاں سست رفتاری سے آگے بڑھتی رہیں۔ پانچ...... دس...... پندرہ...... بیس سیکنڈ۔ قاتل اور مقتول ایک بند دروازے کے پیچھے کھڑے اس وقت کے گزر جانے کا انتظار کرتے رہے۔ وقت گزر جائے تو کوئی دروازہ کوئی دیوار کوئی تدبیر فرشتہ اجل کی راہ نہیں روک سکتی۔ آدمی کے ارادے کے آگے پہاڑ کچھ نہیں۔ پچیس سیکنڈ تیس سیکنڈ۔

”مریض زندہ ہے؟“ کسی نے دروازے کے عین سامنے پہنچ کر زور سے کہا لفٹ آدھے منٹ میں اوپر آگئی تھی۔

Pakistanipoint.com

"مریض۔" ساتھ والے کمرے سے دو افراد نے بیک وقت حیرت سے سوال کیا جان سن نے اپنی نوٹ بک بھی جیب میں رکھ لی تھی۔

"انہیں کچھ نہیں معلوم۔" سوال کرنے والے نے کہا۔

دروازے پر دستک ہوئی جان سن نے مسہری کو گھسیٹ کر ایک طرف کیا قالین پر اس کے گھسیٹنے سے کوئی آواز پیدا نہیں ہوئی دستک دوبارہ سنائی دی۔

"دروازہ توڑ دو۔" پہلے شخص نے حکم دیا۔ دروازے پر ایک دھکا لگا وہ مسہری پر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ دوسرے دھکے میں دروازہ ہل گیا وہ انتظار کرتا رہا پھر ایک دھماکا ہوا اور دروازہ میز پر گرا بہت سے لوگ اندر آ گئے۔

چار مضبوط ہاتھوں نے اسے مسہری پر سے اٹھا کر اسٹریچر پر ڈال دیا وہ مردے کی طرح پڑا رہا۔

"فکر کی بات نہیں۔" ایک ڈاکٹر نے کہا۔ "نبض ٹھیک ہے کم آن۔"

اسٹریچر اٹھا لیا گیا باہر کے کمرے سے گزرتے ہوئے جان سن نے ایک آنکھ کھول کے ان دونوں کو دیکھا۔ وہ بے وقوفوں کی طرح کھڑے تھے۔ آخری لمحے میں قسمت نے ان کے اعتماد کو شکست دے دی تھی اور جان سن بچ کر نکل گیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ جان سن بے ہوش نہیں ہے لیکن وہ بے بس تھے آنکھوں ہی آنکھوں میں انہوں نے ایک دوسرے کو تسلی دی اسپتال ان کی دسترس سے دور نہیں تھا۔

ایمبولینس جان سن کے اندازے کے مطابق پندرہ منٹ بعد رک گئی۔ وہ آنکھیں بند کیے اسٹریچر پر لیٹا رہا۔ اسے اندیشہ تھا کہ قاتل اگر تعاقب میں ہوں گے تو ساتھ ساتھ پہنچے ہوں گے کسی کمرے میں پہنچنے تک وہ محفوظ نہیں تھا۔ اس کے بعد وہ ڈاکٹر ہیری کو سب کچھ بتا سکتا تھا اور اینجلو سے فون پر بات کر سکتا تھا۔

"ادھر۔ اس کمرے میں۔" ایمبولینس کے ساتھ آنے والے ڈاکٹر نے کہا۔ جان سن کو ایک بستر پر لٹا دیا گیا۔

"جان سن۔" اس نے ڈاکٹر ہیری کی پرتشویش آواز سنی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کمرے میں موجود ایک نرس اور ایک ڈاکٹر نے جو ایمبولینس کے ساتھ آئے تھے۔ چونک کر جان سن کی طرف دیکھا حیرت اور صدمے سے ان کا برا حال ہو گیا تھا۔

"ہیرس۔" جان سن نے چٹکی بجا کے کہا۔ "مجھے تم سے اکیلے میں بات کرنی ہے۔" دوسرے ڈاکٹر نے ماتھے پر بل ڈال کر نرس کی طرف دیکھا اور احتجاج کے انداز میں واک آؤٹ کر گیا۔ نرس نے اجازت طلب نظروں سے ڈاکٹر ہیری کو دیکھا اور باہر نکل گئی۔

"بات مجھے تم سے کرنی ہے۔" ہیرس نے کہا۔ "تمہارے ساتھ ساتھ پولیس کا ایک لیفٹیننٹ مائیکل یہاں پہنچا ہے۔"

"اوہ۔" جان سن نے کہا۔ "اسے کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں۔"

"وہ تمہارے گھر پہنچا تھا۔" ہیرس نے کہا۔ "اسے معلوم ہوا کہ تمہیں ایمبولینس لے گئی ہے۔"

"اچھا دیکھو، تم اسے کچھ دیر روکے رکھو۔" جان سن نے کہا۔

"میں ایک فون کر لوں۔،" ہیرس نے سر ہلایا لیکن وہ جان سن کو بڑی عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا اسے جان سن کے رویے نے یا مائیکل کی کسی بات نے شبہے میں ڈال دیا تھا۔ وہ پلٹا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ جان سن نے دروازے کو اندر سے کنڈی لگا کے بند کیا اور کھڑکی کھول کر باہر کود گیا۔ چند منٹ بعد اس نے سڑک پر ٹیکسی روکی۔ ائر پورٹ اس نے کسی ارادے کے بغیر کہہ دیا جانا اسے کہیں نہیں تھا لیکن ائر پورٹ اس کے لیے بہت بڑی پناہ گاہ تھی۔ جہاں وہ لوگوں کے ہجوم میں گم ہو سکتا تھا اور وقت ضرورت ٹکٹ لے کر کسی ہوائی جہاز میں بھی بیٹھ سکتا تھا۔ ائر پورٹ پہنچ کے اس نے ڈائری نکالی اور باری باری تمام مریضوں کو فون کرنے لگا۔ ان سب سے اس نے ایک ہی بات کہی، ناگزیر وجوہ کی بنا پر وہ سر دست کسی سے نہیں مل سکتا اور سب کو دو ہفتے بعد آج ہی کے دن آنا ہوگا محویت میں وہ بالکل بھول گیا کہ الزبتھ اپنے شوہر کے ساتھ شکاگو جا چکی ہے اس نے صفحہ پلٹا تو الزبتھ کا پتا اور ٹیلی فون نمبر سامنے آ گیا نمبر ڈائل کرتے ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا مگر اتنی دیر میں کسی نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔ "یس۔" ایک عورت نے کہا۔ "کس سے بات کرنی ہے آپ کو۔"

"میں مجھے مسز چارلس۔" الزبتھ چارلس سے۔ جان

PakistaniPoint.com

سن نے کہا۔ ”اگر وہ شکاگو......“
”رانگ نمبر پلیز۔“ عورت نے کہا فون بند ہوگیا۔
جان سن حیران کھڑا رہا کیونکہ اس نے بڑی احتیاط سے ہر نمبر ملایا تھا محض آزمانے کے لیے اس نے دیکھ دیکھ کر وہی نمبر پھر ملایا۔ اسی عورت کی آواز پھر سنائی دی جان سن کا تجسس بیدار ہوگیا۔
”معاف کیجیے گا۔“ جان سن نے شائستگی سے کہا۔
”میں ڈاکٹر جان سن ہوں مسز چارلس میری مریض تھیں۔“
”ڈاکٹر جان سن۔“ عورت نے کہا۔ ”یہاں کبھی الزبتھ چارلس نام کی کوئی خاتون گزشتہ دس برس میں نہیں رہیں یہ ڈیوڈ ایشلے کا گھر ہے اگر آپ کو بیس بال سے دلچسپی ہے تو آپ اس نام سے ضرور واقف ہوں گے غالباً آپ نے غلط نمبر لکھ لیا ہے۔ پلیز انکوائری سے معلوم کیجیے۔“ فون پھر بند ہوگیا۔
غلطی کا امکان ضرور تھا مگر بہت کم کیونکہ نام پتا اور فون نمبر خود الزبتھ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اتفاق کچھ ایسا ہوا تھا کہ ہر بار خود الزبتھ ہی نے اسے فون کیا تھا۔ اسے ایک بار بھی اس نمبر پر بات کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی وہ ٹیلی فون بوتھ سے باہر نکلا تو قطار میں لگے ہوئے درجن بھر افراد نے اسے خونخوار نظروں سے گھورا۔ ”کوئی نمبر رہ گیا ہے تو دیکھ لو۔“ ایک بڑھیا نے طنز سے کہا جان سن ڈائری جیب میں رکھ کے باہر آ گیا اس کے بالکل سامنے کار ہائر ایجنسی کا بورڈ لگا ہوا تھا۔
”ہم خدمت کا اعلیٰ ترین معیار قائم کرنے کے لیے کوشاں ہیں ہمیں اس کا موقع دیجیے۔“ جان سن نے انہیں موقع دینے کا فیصلہ کیا دس منٹ بعد منیجر نے اسے بڑے اخلاق کے ساتھ ایک بالکل نئی کار کی چابی پکڑا دی۔
ٹیلی فون نمبر غلط ہوجانے کے بعد جان سن کے پرانے شبہات پھر سر اٹھا رہے تھے اگر الزبتھ نے عمداً ایسا کیا تو کیوں کسی وجہ کے بغیر وہ اس کے پاس کیوں آئی تھی اور اچانک رخصت کیوں ہوگئی تھی؟ وہ سڑک کیوں کے موڑ کاٹتا گیا اور نمبر دیکھتا گیا گنجان آبادی ختم ہوگئی تھی فارم ہاؤس شروع ہوگئے بڑے بڑے احاطے ان میں سے بعض کے گرد پختہ دیوار تھی باقی خاردار تاروں سے گھرے ہوئے تھے الزبتھ نے بھی یہی کہا تھا کہ اس کا مکان پانچ ایکڑ کے فارم کے درمیان ہے پرانی وضع کا عالی شان محل جس کے ایک مخروطی برج پر پیتل کا بنا ہوا ہوا کا رخ بتانے والا آلہ لگا ہوا ہے۔
مرغ باد نما نمبر بالکل ٹھیک چل رہے تھے اپنے اندازے کے مطابق اس نے کار بالکل صحیح جگہ کھڑی کی اور باہر نکل آیا اس کے سامنے پانچ ایکڑ کا ایک احاطہ ضرور تھا لیکن ان میں کسی عمارت کا وجود نہ تھا۔ احاطے میں درختوں کے سائے میں خودرو گھاس لہرا رہی تھی ایک خانہ بدوش عورت نے اسے غور سے دیکھا۔
”ہلو۔“ جان سن نے کہا۔ ”یہ...... یہ نمبر سکس ایٹ سیون ہے؟“ عورت نے اقرار میں سر ہلایا۔ جان سن چند سیکنڈ خاموش کھڑا رہا اور پھر کار میں آ بیٹھا۔ اس کا شبہہ اب یقین میں بدل چکا تھا۔ ٹیلی فون غلط ہوسکتا تھا پتا بھی غلط ہوسکتا تھا۔ غیر ارادی طور پر سکس ایٹ کی جگہ کوئی بھی ایٹ سکس لکھ سکتا ہے مگر یہ ناممکن ہے کہ بیک وقت فون نمبر اور گھر کا پتا دونوں غلط ہوں۔ اس کا اندازہ درست تھا۔ وہ عالی شان محل اس کا فرشتہ صفت شوہر، دولت اور آسودگی کی زندگی سب الزبتھ نے اس سے جھوٹ بولا تھا۔ اس نے کار اسٹارٹ کی اور واپس چل پڑا۔ آخر کیا ضرورت تھی الزبتھ کو یہ عارضی تعلق پیدا کرنے کی بظاہر اس کا آنا اور جانا بے مقصد ہی تھا لیکن الزبتھ ذہنی مریض نہیں تھی۔
پھر جیسے اس کے سارے سوالات کا جواب ذہن میں ایک خوفناک انکشاف بن کر ابھرنے لگا الزبتھ کا آنا بے سبب نہیں تھا۔ اسے کسی نے بھیجا تھا وہ اس کے معمولات کا اس جگہ کا جہاں وہ اپنا بیشتر وقت گزارتا ہے۔ اس کی عادات و اطوار اور ان اوقات کا مشاہدہ کرنے آئی تھی۔ جب وہ اکیلا مل سکتا تھا اس کے دشمنوں نے ایک مشن الزبتھ کے سپرد کیا تھا اور الزبتھ جو اپنے حسن کی قوت تسخیر سے آشنا تھی اپنا کام کر گئی سن اے غارت گر جنس وفا سن شکست شیشہ دل کی صدا کیا۔ مگر توڑا جو تو نے آئینہ تمثال دار تھا۔ اس میں تیرے ہی عکس کی جلوہ گری تھی تیرے ہی خیال کی روشنی تھی۔
ایجنسی کو واپس کرنے کی بجائے اس نے کار کو انٹرنیشنل لاؤنج کے سامنے پارکنگ ایریا میں کھڑا کیا اور پیدل چل کے دو فرلانگ دور اندرون ملک پروازوں کے اس حصے میں جا پہنچا جہاں سے مسافر روانہ ہوتے تھے پان امریکن

کے کاؤنٹر پر کہنیاں ٹکا کے اس نے کہا۔

''میں ڈاکٹر جان سن ہوں مجھے اپنے ایک مریض کے بارے میں معلوم کرنا ہے وہ شکاگو گئی ہیں۔''

''ان کا نام اور فلائٹ نمبر پلیز۔'' لڑکی نے کاروباری شائستگی سے کہا۔

''نام ہے مسز الزبتھ چارلس۔'' جان سن نے تامل کے ساتھ کہا۔ ''لیکن فلائٹ نمبر میں نہیں بتا سکتا۔ بلکہ مجھے یہ بھی یقین نہیں کہ وہ پان امریکن کے جہاز میں گئی ہوں گی۔ یا وہ آج ہی روانہ ہوئی۔

لڑکی نے اسے تعجب سے دیکھا اور اس کی ساری شائستگی ختم ہوگئی۔ ''ہمارے پاس مذاق کے لیے وقت نہیں ہوتا سر دوسرے مسافروں کو آگے آنے دیجیے پلیز۔''

جان سن کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے لائن سے نکل آیا اس کے پیچھے نوجوان پادریوں کی ایک جماعت روم جانے کے لیے صف بستہ تھی۔ جان سن کو اپنے احمقانہ سوال پر لڑکی کا برا ماننا برحق لگا۔ ائرپورٹ سے دن بھر میں ہزاروں مسافر روانہ ہوتے ہیں درجنوں فضائی کمپنیوں کی سیکڑوں پروازیں شکاگو جاتی ہیں اور پھر یہ اس نے کیسے فرض کرلیا کہ وہ ہوائی جہاز سے گئی ہوگی وہ کار میں بھی جاسکتے ہیں۔

اسے اپنے پیچھے کاؤنٹر پر دو مختلف زبانوں میں گفتگو سنائی دی وہی لڑکی سخت پریشانی کے عالم میں پادری کو سمجھانے کی کوشش کررہی تھی۔ مگر زبان یار من ترکی کہ من ترکی نمی دانم والا معاملہ تھا۔ پادری انگریزی نہیں سمجھتا تھا اور لڑکی اطالوی سے ناآشنا تھی۔

''آپ میں سے کوئی بھی انگریزی نہیں سمجھتا فادر۔'' لڑکی نے عاجز آکے کہا۔

''ڈون وینٹن...... ڈون وینٹن۔'' قطار میں سے کسی نے چلا کے کہا۔ یہ دو الفاظ بم کی طرح تھے جان سن کا وجود پل بھر کے لیے دھماکے سے مفلوج ہوگیا۔ پھر وہ اس شخص کی طرف لپکا جس نے ڈون وینٹن کا نام لیا تھا۔

''تم...... تم ڈون وینٹن ہو؟'' جان سن نے ہکلا کر کہا۔ ''یا تم جانتے ہو ڈون وینٹن کون ہے۔''

اس شخص نے اپنا بازو چھڑالیا۔ باقی پادری بھی جان سن کو مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

''ابھی تم نے کہا تھا ڈون وینٹن۔''

''ڈون وینٹن۔'' اس پادری نے ناگواری سے ایک طویل قامت پادری کی طرف اشارہ کیا۔ طویل قامت شخص آگے بڑھا اور شفقت سے مسکرایا۔ جان سن کو احساس ہوا کہ اس نے پریشانی میں فادر کسی کو نہیں کہا تھا۔

''یس مائی سن۔'' طویل قامت پادری نے کہا۔ ''میں کارڈینل جوزف ہوں یہ لوگ مجھے ڈون وینٹن کہتے ہیں۔''

''ہولی فادر۔'' جان سن نے اس کے ہاتھ کو عقیدت سے تھاما۔

''ڈون وینٹن آپ کا اصل نام تو نہیں ہے۔''

کارڈینل جوزف مسکرایا۔ ''او نو، اس کا مطلب ہے بڑا آدمی دی بگ مین۔''

''تھینکس، تھینکس یو فادر۔'' جان سن نے کہا اور اس کا ہاتھ چوم کر بے تحاشا بھاگا بہت سی نگاہوں نے اسے مخبوط الحواس جان کے اس کا تعاقب کیا مگر وہ ایک ٹیلی فون بوتھ میں گھس گیا۔ اس کے کانپتے ہاتھوں نے ایک نمبر ملایا۔

''سارجنٹ اینجلو میں ڈاکٹر جان سن بول رہا ہوں۔''

''جان سن۔'' اینجلو کی آواز میں حیرت نمایاں تھی۔

''مائیکل تمہارے وارنٹ لیے گھوم رہا ہے اس نے تمہیں مفرور مجرم قرار دے دیا ہے ہر پولیس اسٹیشن کو اور ہر پولیس کار کو تمہارا حلیہ اور تمہارا فوٹو پہنچا دیا گیا ہے۔''

''اینجلو۔'' جان سن نے اس کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

''میں نے معلوم کرلیا ہے ڈون وینٹن کون ہے؟''

''کیا؟'' اینجلو نے تقریباً چلا کے کہا ''کون ہے ڈون وینٹن؟''

''اینجلو۔ یہ کوئی نام نہیں ہے۔'' جان سن نے کہا۔

''یہ اطالوی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں۔ بڑا آدمی، دی بگ مین نارمن ٹھیک کہتا تھا کہ کوئی گروہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔

''تمہارا مطلب ہے ڈائمنڈ کنگ جمی براؤن۔'' جان سن نے بے اختیار کہا۔ ''سنو جان سن۔'' اینجلو نے تشویش سے کہا۔

''تم نے یہ بات کسی کو بتائی تو نہیں ہے ابھی تک۔''

"نہیں۔" جان سن نے کہا۔ "جیسے ہی مجھ پر انکشاف ہوا میں نے تمہیں فون کر دیا میں ائر پورٹ سے بول رہا ہوں۔"

"آل رائٹ۔" اینجلو نے کہا۔ "اب تم وہیں رہو باہر بالکل مت نکلنا میں آ رہا ہوں۔"

"میں تمہیں ایک پرائیویٹ کار میں ملوں گا۔" جان سن نے کہا۔

"انٹرنیشنل ونگ کے سامنے کار کا نمبر نوٹ کرو۔"

"نہیں۔" اینجلو نے کہا۔

"اس کار کو وہیں رہنے دو ممکن ہے کسی دشمن نے یا پولیس نے اس کار کو دیکھ لیا ہو میں پولیس کار لے آؤں گا لیکن اس پر پولیس کا نشان کوئی نہیں ہوگا۔ یہ ایف بی آئی کی کار ہوگی۔"

جان سن نے آدھا گھنٹہ اضطراب کے عالم میں گھڑی دیکھتے گزارا۔ اس دوران وہ اوپر جانے والی سیڑھیوں کی اوٹ میں کھڑا آنے جانے والوں کا جائزہ لیتا رہا یہاں وہ کسی کی گولی کا براہ راست نشانہ نہیں بن سکتا تھا۔ جب تک کہ مارنے والا سامنے نہ آ جائے اور ضرورت پڑنے پر اوپر بھاگ سکتا تھا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ اوپر کیا ہے لیکن کسی نہ کسی کمرے میں کاریڈور یا دوسرے زینے کے راستے فرار ہو کے جان بچائی جا سکتی تھی۔ جب اس نے نیلے رنگ کی ایک شاندار پلائی ماؤتھ کو اس میں سے اینجلو کو برآمد ہوتے دیکھا تو اس کی جان میں جان آئی وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم ابھی تک تو زندہ ہو۔" اینجلو نے مسکرا کے کہا۔ "اگر تم نے کسی اور سے یہ بات کہہ دی ہوتی تو مارے گئے تھے۔" جان سن مسکرایا اور کار کا اگلا دروازہ کھول کے اینجلو کے ساتھ بیٹھ گیا۔ ایئر کنڈیشنڈ کار کی کھڑکیوں میں پولرائزڈ شیشے لگے ہوئے تھے ان میں سے منظر دیکھا جا سکتا تھا لیکن باہر سے اندر کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

"پولیس کے مقابلے میں ایف بی آئی کے پاس بہت شاندار کاریں ہیں۔" جان سن نے کار کو تعریفی نظروں سے دیکھا۔

"ان کا کام بھی تو ہمارے مقابلے میں زیادہ اہم ہے۔" اینجلو نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ "حفاظتی اقدامات ایسے ہی ہوتے ہیں کبھی کبھی تو سربراہان مملکت کو بھی چھپا کے لے جانا پڑتا ہے۔" اینجلو کی نگاہ سڑک پر تھی لیکن جان سن دیکھ رہا تھا کہ کار کے اندر کوئی ہینڈل نہیں ہے۔ نہ دروازہ کھولنے کے لیے نہ شیشہ اتارنے کے لیے اس نے سوالیہ نظروں سے اینجلو کی طرف دیکھا ہی تھا کہ پیچھے سے ایک آواز نے کہا۔

"پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ڈاکٹر جان سن۔"

جان سن نے گھوم کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ پر وہی دونوں بیٹھے تھے جن کی نظروں کے سامنے سے وہ دوبار دھوکا دے کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ایک بار لفٹ میں سے اور دوسری بار اسٹریچر پر لیٹ کر وہ دونوں جڑواں بھائی لگتے تھے۔ یہ انکشاف کہ وہ خود اتنے پھیلائے ہوئے جال میں گرفتار ہو گیا ہے اور اینجلو جس کو اس نے ہمیشہ دوست سمجھا تھا۔ اس کا اصل دشمن ہے اتنے غیر متوقع طور پر اچانک ہوا تھا کہ جان سن کو صدمے نے مفلوج کر دیا۔

"صرف اپنی نظر باہر کے منظر پر رکھو ڈاکٹر جان سن۔" ایک نے ریوالور کی آہنی انگلی سے اشارہ کیا۔ "باہر نکلنے کا خیال چھوڑ دو۔"

"کتنی پر لطف بات ہے کہ تم بھرے بازار میں سے گزر رہے ہو مگر کسی کو معلوم نہیں۔" دوسرا ہنسا۔

"اور تم کسی کو کچھ بتا بھی نہیں سکتے۔"

جان سن نے کسی سے کچھ نہیں کہا اس نے خود کو تقدیر کے سپرد کر دیا ایک موہوم سی امید پر کہ شاید اس بار بھی بچانے والا ہاتھ جو مارنے والے ہاتھ سے ہمیشہ زبردست رہا ہے اسے پھر بچا لے اس کے اپنے اختیار میں کچھ نہ تھا۔ کار شہر کی جانی پہچانی سڑکوں سے گزر کر مضافات میں پہنچ گئی اور شاہراہ کو چھوڑ کر ایک نسبتاً تنگ سڑک پر مڑ گئی اس کے بعد کار اتنی مرتبہ دائیں بائیں ہوئی کہ جان سن کے لیے راستہ یاد رکھنا ناممکن ہو گیا۔ اینجلو عمداً سیدھا راستہ اختیار کرنے کی بجائے اسے چکر دے رہا تھا۔ ایک ویران سڑک پر چلتے چلتے کار اچانک مڑ کر ایک فارم ہاؤس کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ اس کا رقبہ پانچ ایکڑ کے لگ بھگ تھا۔ وسط میں ایک پرانے محل کی باوقار عمارت ایستادہ تھی جس کے ایک مخروطی برج پر پیتل کا بنا ہوا مرغ بادنما ہوا

Pakistanipoint.com

کے ساتھ گھوم رہا تھا۔

پولیس کی نوکری پرخطر بھی تھی اور دلچسپ بھی۔ اٹھارہ سال میں اس نے اپنی تمام صلاحیت جرائم کا سراغ لگانے کے لیے وقف کردی تھی اور تمام توانائی مجرموں سے لڑنے میں صرف کردی تھی۔ ان گنت مجرم، چور، ڈاکو، قاتل، جنسی جنونی، اسمگلر اس کو کوششوں کے طفیل کیفر کردار کو پہنچے تھے۔ بہت سے رہا ہونے کے بعد شریفانہ زندگی کا عہد نبھا رہے تھے۔ کچھ جیل خانوں میں پرانے استادوں سے تربیت پا کے نکلے تھے اور زیادہ سنگین جرائم کا ارتکاب کرنے لگے تھے پہلی قسم کے لوگ وہ تھے جو حالات سے مجبور ہوکر مجرم بنے تھے یا کسی حادثے کی طرح اتفاقیہ جرم میں ملوث ہوگئے تھے۔ اپنے دفاع میں یا اشتعال کے عالم میں قتل کر بیٹھے تھے۔ دوسری قسم کے لوگ ماحول کے بگاڑے ہوئے تھے اور ان میں بدی کی صلاحیت پہلے سے موجود تھی۔ اٹھارہ سال میں کچھ جیل خانوں میں مرگئے تھے۔ کچھ جیل سے باہر آکے مائیکل کا واسطہ ایسے لوگوں سے بھی پڑا تھا جو دوسرے کے جرائم کی سزا بھگتنے پر مجبور ہوئے یا بے گناہ ہونے کے باوجود حالات و واقعات کی شہادت پر پکڑے گئے کبھی کبھی اس کی دلی ہمدردی قاتل کے ساتھ بھی ہوئی تھی اور وہ سوچا تھا کہ شاید ان حالات میں وہ خود بھی قتل ہی کرتا لیکن اس تمام عرصے میں یہ پہلا اتفاق تھا کہ خود پولیس میں ایک خطرناک مجرم شامل ہوگیا تھا۔ وہ قانون کے محافظ کا لباس پہنے قانون شکن عناصر کی پشت پناہی کر رہا تھا اور غضب یہ تھا کہ مائیکل کی آنکھوں میں دھول جھونکنے پر آمادہ تھا۔ چراغ تلے اندھیرا تھا اور اس اندھیرے سے فائدہ اٹھا کے وہ سمجھ رہا تھا کہ اسے کسی کی نگاہ نہیں دیکھ سکتی۔ لیکن مائیکل نے بہت پہلے تاڑ لیا تھا کہ دال میں کچھ کالا ہے اور اس کی قیافہ و زمانہ شناس نظر نے مجرم کو شناخت کرلیا تھا۔

اس نے اپنی کار پولیس کمشنر کے دفتر کے باہر روک لی۔ کمشنر اپنے کمرے سے اپنے کمرے میں اس کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ ''آئی ایم سوری سر۔'' مائیکل نے کہا۔ ''چند سیکنڈ کے فرق سے گڑبڑ ہوگئی میں ڈاکٹر جان سن کو خبردار کرنے کے لیے اس کے پیچھے پیچھے اسپتال جا پہنچا تھا لیکن اسے خبر مل گئی اور وہ غلط فہمی کے باعث کھڑکی سے کود کر نکل گیا۔''

''کہیں سے اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں؟'' کمشنر نے مایوسی سے کہا۔

''نو سر لیکن ان کا غائب ہوجانا بعید از قیاس ہے۔'' مائیکل نے کہا۔ ''کوئی نہ کوئی انہیں ضرور دیکھ لے گا۔'' جان سن کے پاس کرائے کی کار ہے اس کا نمبر رنگ ماڈل سب مشتہر کردیا گیا ہے۔

کمشنر نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ''تمہیں یہ بات معلوم کیسے ہوئی تھی۔''

مائیکل نے ٹوپی میز پر رکھی اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ ''مجھے اطلاع ملی تھی کہ وہ کچھ دکانداروں سے غنڈہ ٹیکس وصول کرتا ہے اور جمی کا آدمی ہے میرے پاس گمنام ٹیلی فون آئے تھے جب میں نے متعلقہ افراد سے رابطہ قائم کیا تو ان سب نے انکار کردیا لیکن میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ خوف کے باعث انکار پر مجبور ہیں۔ بعد میں یہ شہادت درست ثابت ہوئے جب کال مارک کا قتل ہوا تو وہ میرے پاس آیا اور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد میری تعریف میرے منہ پر کرنے لگا کہ میں نے آپ کی ذہانت کا ذکر اکثر سنا ہے اس کیس میں آپ مجھے اپنے ساتھ رکھ لیں تو میں بھی کچھ سیکھ لوں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ دلچسپی بے سبب نہیں بہت جلد مجھے معلوم ہوگیا کہ اس کا نشانہ ''ڈاکٹر جان سن کی ذات ہے۔''

''ڈاکٹر جان سن جیسے بے ضرر آدمی سے اس کی دشمنی سمجھ میں آئی۔'' کمشنر نے ٹہلتے ہوئے کہا۔

''میں یہی معلوم کرنے کے چکر میں ہوں۔'' مائیکل نے کہا۔

''میں نے شروع سے اپنا رویہ یہ رکھا تھا جیسے میں ڈاکٹر جان سن کو مجرم سمجھتا ہوں اور اسے گرفتار کرنے کے لیے بہانہ تلاش کررہا ہوں ذاتی انتقام کے لیے۔''

''اوہ یس۔'' کمشنر نے کہا۔ ''یہ بات اس نے مجھ سے بھی کہی تھی وہ مجھے تم سے بدظن کرنا چاہتا تھا۔''

''دراصل وہ نہیں چاہتا تھا کہ جان سن گرفتار ہو۔'' مائیکل نے کہا۔

''جیل میں جان سن کو قتل کرنا مشکل تھا ایک بار اس

نے پولیس کے مال خانے سے ڈاکٹر کے کلینک کی وہ چابیاں حاصل کرلی تھیں جو کیرل کی لاش کے ساتھ آئی تھیں کسی نے شک اس لیے نہیں کیا کہ وہ اس کیس کی تحقیقات میں میرے ساتھ شریک تھا۔ اس روز ڈاکٹر اپنی ذہانت سے بچ گیا اس روز ہی کیا محض ذہانت کے باعث کل بھی وہ بچ کر نکل گیا۔ ایک بار قاتل لفٹ میں اس کے ساتھ سوار ہوگئے مگر وہ انہیں غچہ دے گیا نارمن موڈی کی موت کا مجھے افسوس ہے۔''

''وہ اتنی جلد یہ معلوم کرنے میں کیسے کامیاب ہوگیا تھا کہ اصلی مجرم کون ہے۔'' کمشنر نے کہا۔

''ایک تو وہ زمین میں تھا۔'' مائیکل نے کہا۔ ''دوسرے اینجلو نے پہلے ایک شخص کو منشیات کا دھندا کرنے کے الزام میں دھر لیا تھا نارمن نے اس کیس میں مجرم کی مدد کی تھی اور اسے صاف بچالیا تھا یہ ثابت ہوگیا تھا کہ اصل مجرموں کی پردہ پوشی کے لیے اسے قربانی کا بکرا بنایا گیا تھا اور نارمن کی زندگی اور وقت بھی خطرے میں پڑگئی تھی لیکن وہ بچتا رہا اس نے جمی کے گروہ سے ٹکر لینے سے گریز کیا۔ اس مرتبہ اینجلو کا نام سنتے ہی اور یہ معلوم ہوتے ہی کہ ایک نامور ماہر نفسیات کو قتل کے الزام میں پھنسایا جارہا ہے اس کا ذہن فوراً جمی کے گروہ کی طرف گیا تھا۔ وہ جان سن سے ملتا تو اسے صحیح صورت حال سے آگاہ کردیتا مگر جو لوگ جان سن کے پیچھے تھے وہ نارمن کے پیچھے بھی لگ چکے تھے انہوں نے نارمن کو مار دیا تاہم مرتے مرتے وہ جان سن کو ایک اشارہ دے گیا۔ ڈون وینٹن کا۔ میں نے دوسرے ہی دن اس کا اصل مطلب معلوم کرلیا تھا اور مجھے اسی روز سے جان سن کی زندگی زیادہ خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔''

میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی پولیس کمشنر نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھالیا۔

''یس۔'' اس نے کہا اور ریسیور مائیکل کی طرف بڑھا دیا۔ ''تمہارے لیے کوئی پیغام ہے۔'' مائیکل نے ریسیور لے لیا۔

''ہاں۔'' مائیکل نے کہا پھر وہ خاموشی سے سنتا رہا۔ ''نائن نیو جرسی کو جانے والی سڑک کی مکمل ناکہ بندی کردو کوئی بھی کار تلاشی اور چیکنگ کے بغیر نکلنے کی کوشش کرے اس کا پیچھا کرو فائیو اسٹار کمپنی کی رپورٹ کیا ہے؟'' وہ

پھر کچھ دیر چپ رہا اور سر ہلاتا گیا۔ ''خیر کوئی بات نہیں۔'' اس نے کہا اور فون بند کردیا۔

''اینجلو اسٹیٹ کار لے گیا ہے۔'' مائیکل نے کہا۔ ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایف بی آئی میں بھی اس کا کوئی ایجنٹ ہے ایک پیٹرول کار نے اطلاع دی ہے کہ یہ کار نیو جرسی جانے والی سڑک پر سامنے سے آئی لیکن اس سے قبل کہ دوسری کار پلٹ کر اس کے پیچھے جاتی اینجلو کی کار غائب ہوگئی۔ میرا خیال تھا وہ ڈاکٹر جان سن کو بھی فائیو اسٹار میٹ پیکنگ کمپنی لے جائیں گے۔ اس کا مالک ڈائمنڈ کنگ جمی براؤن ہے لیکن وہ ادھر نہیں گئے ان کی سمت مختلف ہے۔''

......☆❁☆......

کمرہ بکنگھم پیلس کے کسی کمرے سے کم نہیں تھا۔ اس کی آرائش پر جتنی دولت صرف کی گئی تھی اتنی ڈاکٹر جان سن سال بھر میں نہیں کماتا تھا لیکن اس نے محسوس کیا کہ سامان آرائش کے انتخاب کو بھی دخل ہے مصوری کے ان نمونوں کی قیمت کا وہ کوئی اندازہ نہ لگا سکا جو دیواروں پر آویزاں تھے۔

کمرے میں اس سمیت پانچ افراد تھے تین اسے لے کر آئے تھے۔ چوتھا وہ خود تھا اور پانچواں صاحب خانہ جسے دیکھتے ہی جان سن سمجھ گیا تھا کہ وہ ''ڈون وینٹن'' ہے۔ دی بگ مین وہ قد وقامت ہی میں بڑا نہیں تھا۔ اس کے انداز واطوار میں وقار تھا اور سنجیدگی تھی اس کی حرکات و سکنات سے اپنی ذات پر مکمل اعتماد اور اپنے احساس برتری کا پتا چلتا تھا مگر اسے غرور نہیں کہا جاسکتا تھا اس کی گفتگو میں شائستگی تھی اور اس کا لہجہ نرم تھا۔ اس کا لباس جدید ترین فیشن کے مطابق اور قیمتی تھا اور اس کی دلکش شخصیت کے مجموعی تاثر میں اضافہ کرتا تھا۔

''ڈاکٹر جان سن۔'' اس نے چیکوسلواکیہ کے بلوریں جام شراب کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''میں تحلیل نفسی کا ماہر تو خیر نہیں ہوں لیکن یہ جانتا ہوں کہ ماہرین نفسیات کا طریقہ علاج کیا ہے وہ مریض کو لٹا دیتے ہیں اور اس کی سنتے رہتے ہیں وہ اپنے بارے میں اپنے ماحول اپنے بچپن کے حالات اپنی زندگی کے مختلف تجربات اور اپنے اردگرد رہنے والوں کے بارے میں بتاتا

Pakistanipoint.com

رہتا ہے۔ جو کچھ اس کے دل میں ہو زبان پر آ جاتا ہے اور تم لوگ اسے ریکارڈ کرتے جاتے ہو کیا یہ غلط ہے؟"

"نہیں۔" ڈاکٹر جان سن نے کہا۔ "نفسیاتی الجھنوں کا پتا اسی طریقے سے چلتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے۔"

"حقیقت میرے لیے تمہارے ہی زبان سے نکلی ہوئی بات نہیں ہو سکتی۔" اس نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ چار مہینے تک میری بیوی تم سے تخلیے میں ملتی رہی اور تمہارے کلینک میں لیٹ کر ایک ایک گھنٹے تک باتیں کرتی رہی۔ یہ باتیں کیا تھیں ان کا ریکارڈ تمہارے پاس یقیناً ہوگا انکار تو کیرل نے بھی کیا تھا مگر اس کا انجام تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو۔"

"مسٹر ڈان مارکو۔" جان سن نے اس دھمکی سے متاثر ہوئے بغیر کہا۔ "یہاں پہنچنے سے پہلے مجھے یہ بات معلوم بھی نہ تھی کہ الزبتھ تمہاری بیوی ہے۔ اس نے کبھی تمہارا نام بھی نہیں لیا تھا۔" یہ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا کہ اس نے شوہر کا نام چارلس بتایا تھا۔

"ڈاکٹر جان سن۔" ڈان مارکو نے کہا۔ "میرے کاروبار کی نوعیت ایسی ہے کہ میں افشائے راز کا خطرہ مول نہیں لے سکتا اور میں یہ بات تسلیم نہیں کر سکتا کہ الزبتھ کو میرے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوا ہو بیویوں سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی جا سکتی جب الزبتھ نے تمہارے پاس جانا شروع کیا تھا تو مجھے اطلاع مل گئی تھی میرا خیال تھا کہ وہ ماں بننے والی ہے اور تم سے نہیں کسی لیڈی ڈاکٹر سے ملنے جاتی ہے اس عمارت میں تو درجنوں کلینک ہیں لیکن تمہارا نام سن کر مجھے تھوڑی سی تشویش لاحق ہوئی پھر مجھے الزبتھ کی اور تمہاری ملاقات کی خبریں برابر ملتی رہیں یہ کہ وہ کس دن کتنے بج کر کتنے منٹ پر تمہارے کمرے میں پہنچی اور کتنے بج کر کتنے منٹ پر برآمد ہوئی۔ میرے دوستوں کا جو کاروبار میں میرے شریک بھی ہیں۔ یہ خیال تھا کہ الزبتھ کو قتل کر دیا جائے لیکن میں نے کہا کہ اس سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ کیونکہ جو کچھ الزبتھ جان سکی ہے وہ تو ڈاکٹر کی فائلوں میں اور اس کے ٹیپ پر ریکارڈ ہو چکا ہے کیرل سے ہم نے یہ معلوم کر لیا کہ ایسا کوئی ٹیپ یا فائل نہیں اور وہ جھوٹ نہیں کہہ رہی تھی کیونکہ جو طریقے ہم نے آزمائے تھے وہ سچ اگلوانے کے سو فیصد کامیاب طریقے ہیں چنانچہ اب جو کچھ ہے وہ تمہارے ذہن میں ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ تمہیں ختم کیا جائے کارل مارک تو خیر تمہارے دھوکے میں مارا گیا کیونکہ اس نے تمہارا رین کوٹ پہن رکھا تھا اب تم یہ بتاؤ کہ چار مہینے تک الزبتھ تم سے میرے بارے میں کیا کہتی رہی۔"

"مسٹر مارکو۔" جان سن نے اطمینان سے کہنا شروع کیا۔ "تمہارے اور میرے کاروبار میں بہت فرق ہے چنانچہ ایسی بہت سی باتیں ہیں جو تم نہیں سمجھ سکتے تمہارا ذہن انہیں قبول نہیں کر سکتا میری اور تمہاری پوزیشن میں بھی بہت فرق ہے۔ یہاں تمہارے ایک اشارے پر میری زندگی اور موت کا انحصار ہے۔ میرے جھوٹ اور سچ سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ تم بہرحال مجھے یہاں قتل کرنے کے لیے لائے ہو اور مجھے یہاں سے زندہ بچ کر نکل جانے کی ذرا بھی امید نہیں۔ تم خود کہہ چکے ہو کہ یہ خطرہ تم مول لے ہی نہیں سکتے چنانچہ میرے لیے جان بچانے کی خاطر جھوٹ بولنا بے مقصد ہے۔ تم یقین کرو یا نہ کرو لیکن حقیقت یہی ہے کہ ان چار مہینوں میں الزبتھ نے تمہارے یا تمہارے کاروبار کے بارے میں مجھ سے ایک لفظ نہیں کہا۔ یہ بات میرے لیے بھی باعث تعجب ہے کہ اس ذکر کو وہ ہمیشہ ٹال کیوں جاتی ہے اگر کسی نے تم سے کہا ہے یا خود تم نے فرض کر لیا ہے کہ یہ چار مہینے میں نے اور الزبتھ نے عشق لڑاتے گزارے ہیں تو میں انجام کی پروا کیے بغیر کہہ سکتا ہوں کہ قصور جھوٹ بولنے والے کا یا تمہارے حاسد ذہن کا ہے۔"

"ہر شوہر حاسد ہوتا ہے۔" مسٹر جان سن خصوصاً وہ شوہر جس کی بیوی الزبتھ کی طرح حسین ہو۔" ڈی مارکو مسکرایا۔

"انسیت کا ایک رشتہ ہر مریض اور ڈاکٹر کے درمیان ضرور قائم ہو جاتا ہے۔" جان سن نے کہا۔

"انسیت؟" ڈی مارکو نے مداخلت کرتے ہوئے ہنس کر کہا۔ "مائی ڈیئر ڈاکٹر۔" الزبتھ تمہارے عشق میں اس حد تک دیوانی ہو گئی ہے کہ اس نے میرے ساتھ جانے سے ہی نہیں میرے ساتھ رہنے سے بھی انکار کر دیا ہے کیا یہ ممکن ہے۔"

جان سن بھونچکارہ گیا۔ اگر اس انکشاف پر وہ خوشی سے

Pakistanipoint.com

مر جاتا تو بڑا اچھا تھا اس نے بڑے دکھ سے سوچا پایا اس نے جرم الفت سے انکار نہ کیا ہوتا خود اپنی نظر میں اس عشق کو رسوا نہ کیا ہوتا جو اسے الزبتھ سے تھا اسے اپنی زندگی کی فکر نہ تھی۔ وہ صرف الزبتھ کو بچانے کے لیے جھوٹ بول رہا تھا۔

”یہ ناممکن ہے۔“ جان سن نے کہا۔ ”اگر الزبتھ کسی غلط فہمی کا شکار ہے۔“

”تو تم اس کی غلط فہمی رفع کر سکتے ہو“ ڈی مارکو نے پھر اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ”اس سے کہہ سکتے ہو کہ تم اس سے محبت نہیں کرتے ممکن ہے اس کے بعد وہ اپنا ارادہ بدل دے میرے ساتھ جانے پر اور میرے ساتھ رہنے پر رضا مند ہو جائے۔“

☆❁☆

سال بھر پہلے وہ ہالی ووڈ پہنچی تھی۔ ان ہزاروں لڑکیوں کی طرح جو ہر سال الزبتھ ٹیلر اور صوفیہ لورین بننے کے خواب دیکھتی فلموں کی اس نگری میں وارد ہوتی ہیں اور ایکسٹرا ماڈل یا کال گرل کے پیشے میں طبع آزمائی کرنے کے بعد بھی ناکامی مقدر ہو تو اسٹریٹ گرل ضرور بن جاتی ہے۔ لیکن وہ اس روایتی طریقے سے فلم ورلڈ میں داخل نہیں ہوئی تھی۔ اس کا ایک کزن اسکرپٹ رائٹر تھا۔ اپنی نئی فلم کے لیے اس نے الزبتھ کو پروڈیوسر اور ڈائریکٹر سے متعارف کرایا معمولی سے امتحان کے بعد اسے اداکاری کی صلاحیت کا سرٹیفکیٹ مل گیا لیکن کنٹریکٹ ملنے کا انحصار دیگر صلاحیتوں پر تھا جو الزبتھ میں سرے سے مفقود تھیں۔ دل برداشتہ ہو کے اس نے اپنی دنیا میں لوٹ جانے کا فیصلہ کیا۔ جہاں وہ بچوں کے ایک اسکول میں پڑھاتی تھی آخری رات اس کے اسکرپٹ رائٹر کزن نے اس کے اعزاز میں ایک ڈنر دیا اس ڈنر میں وہ ڈی مارکو سے ملی اور اس کی شخصیت سے مسحور ہو گئی۔ ڈی مارکو نے کسی غرور کے بغیر اعتراف کیا کہ وہ فائیو اسٹار نام کی تمام کمپنیوں کا بلا شرکت غیرے مالک ہیں اور ان کمپنیوں کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے جن میں مختلف قسم کے کارخانے کلب اور ہوٹل ٹرانسپورٹ کے ادارے اور پبلشنگ ہاؤس شامل ہیں۔ الزبتھ کے لیے تصور کرنا محال تھا کہ ایک شخص اتنے مختلف نوعیت کے اتنے بہت سے کاروبار کیسے چلا سکتا ہے اور کیسے اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ مجموعی طور پر کتنی دولت کا مالک ہے اور ہر روز اس میں کس شرح سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ڈی مارکو اس کے سوال پر بے اختیار ہنس پڑا۔ ”مس الزبتھ یہ تو میں نے آج تک نہیں سوچا مگر بلاوجہ اس چکر میں پڑنے کی ضرورت بھی کیا ہے کہ ملین کے بلین ہو گئے ہیں یا بلین کے ملین یہ بینک والے اور چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ اور ساتھ جنرل منیجر کس لیے ہیں۔“ الزبتھ کی سمجھ میں یہ نہیں آئی لیکن ڈی مارکو نے اسے شادی کا پیغام دیا تو صرف ایک رات میں ہی وہ اس نتیجے پر پہنچ گئی کہ جو دولت عزت اور شہرت اسے فلموں میں برسوں بے آبرو ہو کے ملنا غیر یقینی تھی وہ بڑی آبرومندی کے ساتھ اس کے قدموں میں ڈال دی گئی ہے اپنے خوابوں کی اس تعبیر کو الزبتھ نے اپنا مقدر جان کے قبول کر لیا۔ یہ انکشاف کہ خوش بختی کے پردے میں سیہ بختی گھات لگائے بیٹھی تھی اس پر رفتہ رفتہ ہوا۔ ڈی مارکو اچانک تفکرات کا شکار ہو جاتا تھا اور اس کی مہذب نرم رو اور دلکش شخصیت یکلخت تند مزاج وحشی اور سفاک رویہ اختیار کر لیتی تھی یا وہ صبح اٹھ کر دیکھتی تھی کہ ڈی مارکو غائب ہے کئی کئی دن اس کا پتا نہیں ملتا تھا اور اس کی غیر حاضری میں مختلف لوگ اس کے بارے میں فون کر کے بتاتے تھے کہ اگر ایف بی آئی والے سوال کرنے آئیں تو اسے کیا کہنا چاہیے پہلی بار تو وہ گھبرا گئی تھی ایف بی آئی والے وہ کیوں آئیں گے لیکن اس کیوں کے جواب میں بڑی درشتی سے کہا گیا تھا کہ یہ ڈی مارکو چاہتا ہے اس کے بارے میں کوئی

اللہ تعالیٰ روزانہ نماز کی ہر رکعت میں مرد عورت سے، عالم جاہل سے، نیک غافل، پڑھا ہوا، ان پڑھ...... غرض ہر ہر بندے بندی سے ایک اعتراف کراتا ہے کہ تم یہ مانو کہ مجھے زندگی گزارنے کا طریقہ نہیں آتا۔

تم یہ مانو کہ میں جاہل ہوں......

تم یہ مانو کہ مجھے کچھ نہیں آتا......

جب تک یہ تسلیم نہ ہو کہ مجھے کچھ نہیں آتا، کون سیکھنے کا ارادہ کرتا ہے؟ جب پہلے ہی یہ ذہن میں سمایا ہوا ہو کہ مجھے تو سب پتا ہے۔

ابابیل...... محمد شعیب

Pakistanipoint.com

یہ سوال نہیں کرسکتا کہ کیوں چاہتا ہے چنانچہ وہ مزید ڈر گئی تھی اور جب ایف بی آئی والے واقعی آپہنچے تھے اس نے پڑھایا ہوا سبق دہرا دیا تھا۔ لیکن شہادت اور تجسس کے جذبات ختم نہیں ہوئے تھے ڈی مار کو بالکل اچانک وارد بھی ہوجاتا تھا اسی طرح ہنستا مسکراتا مطمئن اور پرسکون یوں جیسے وہ کہیں گیا ہی نہیں تھا اس نے الزبتھ کو بڑی نرمی سے سمجھا دیا تھا کہ اسے پریشان ہونے یا کوئی سوال کرنے کی اجازت نہیں ہے اس پابندی نے ذہنی الجھنوں کو جنم دیا تھا اور وہ مشورے کے لیے ڈاکٹر جان سن کے پاس چلی گئی تھی لیکن اس سے الجھنوں میں اضافہ ہوگیا۔ بالکل غیر متوقع طور پر وہ جان سن کے عشق میں گرفتار ہوگئی۔

یہ بڑی شرم کی بات تھی ابھی ایک عشق کا سلسلہ ختم بھی نہ ہوا تھا اور اپنے اندیشوں کے اور اپنی پریشانیوں کے باوجود وہ ایک ایسے شخص کی بیوی تھی۔ جس سے اسے کوئی شکایت نہ تھی بجز اس بات کے کہ وہ اس کے کاروبار کی نوعیت کو نہیں سمجھ سکتی۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ مردوں کے کاروبار کی نوعیت کے بارے میں بے سبب پریشان ہونا بیوی کے فرائض میں تو شامل نہیں اور پھر وہ صحیح طور پر اس کاروبار کی نوعیت کو خود نہیں سمجھ پائی تھی تو جان سن کو کیا سمجھاتی۔ دوسری بار وہ زیادہ یقین کے ساتھ گئی تھی کہ آج کھل کے اپنی پریشانی کا ذکر کردے گی۔ مگر جان سن کے سامنے اس کی قوت گویائی سلب ہوگئی اور وہ پہلے سے زیادہ بے بسی اور مجبوری کے احساس کے ساتھ تیسری مرتبہ نہ جانے کا عزم لے کر لوٹی مگر تیسری مرتبہ اور پھر چوتھی مرتبہ اور اس کے بعد چار ماہ تک وہ برابر جاتی رہی اس کی ساری خود اعتمادی ختم ہوگئی اور جان سن کا خیال مکڑی کے جالے کی طرح اس کے تصورات پر پھیلتا گیا لیکن اسی دوران پر اسرار واقعات کا ایک اور سلسلہ شروع ہوگیا۔ سب سے پہلے اس نے اخبار میں جان سن کا نام تیسری ملاقات کے بعد دیکھا کسی نے ایک مریض کو جان سن سمجھ کر قتل کردیا تھا۔ اسی روز شام کو وہ جان سن سے وقت لیے بغیر ملنے جا پہنچی اور رسمی اخلاق کے ساتھ اپنی تشویش کا اظہار کرآئی پھر جان سن کی سیکرٹری کو بڑی بے رحمی سے ہلاک کردیا گیا۔ اس نے پڑھا کہ شبہے کا اظہار خود جان سن پر کیا جارہا ہے تو اسے یقین نہ آیا کہ پولیس اس حد تک بے وقوف ہوسکتی ہے اس نے پولیس کمشنر کو فون کیا اور بتایا کہ جان سن جیسے فرشتہ سیرت انسان کے بارے میں یہ سوچنا بھی دیوانگی ہے کہ وہ قتل کا مجرم ہے مگر پولیس کمشنر نے اسے ہنس کر ٹال دیا کہ محترمہ یہ ہمارا کام ہے اور ہم سمجھتے ہیں جان سن نہ سہی دنیا میں فرشتے کا بہروپ بنا کے پھرنے والے شیطانوں کی کمی نہیں۔

جس حادثے نے الزبتھ کو نروس کردیا وہ نارمن موڈی کی موت تھی اس نے اخبار میں دیکھا کہ خود جان سن نے اس پرائیویٹ سراغرساں کی خدمات حاصل کی تھیں اور جب فائیو اسٹار میٹ پیکنگ کمپنی۔'' میں نارمن موڈی کی لاش دریافت ہوئی تو پولیس کے ساتھ ڈاکٹر جان سن بھی تھا۔ الزبتھ جانتی تھی کہ فائیو اسٹار میٹ پیکنگ کمپنی اس کے شوہر کی ہے اس کے باوجود پولیس کا کوئی آدمی اس کے شوہر سے سوال کرنے نہیں آیا تو اسے حیرت ہوئی۔ نارمن موڈی کی موت کے بعد تین دن تک ڈی مار کو گھر سے نہیں نکلا تھا اور اس نے کمپنی کے چھپے ہوئے لیٹر ہیڈ جلا دیے تھے جو اس کی میز کی دراز میں پڑے رہتے تھے ان تین دنوں میں اس کی شخصیت کا دوسرا روپ الزبتھ کے سامنے رہا تھا چنانچہ وہ کوئی سوال کرنے کی جرات نہ کرسکی تھی مگر اس کے شبہات نے تقویت حاصل کرلی تھی۔ ان تمام پر اسرار واقعات میں جو ڈاکٹر جان سن کے ساتھ پیش آئے اس کے شوہر کی ذات کسی نہ کسی صورت ملوث تھی۔

سوال یہ تھا کہ کیوں؟ اور کیوں وہ لفظ تھا جس کی حیثیت شجر ممنوعہ کی طرح تھی لیکن وہ اب طے کرچکی تھی کہ اس شجر ممنوعہ کو چکھنے کی پاداش میں اسے یہ جنت چھوڑنی پڑے تو وہ سمجھے گی کہ عذاب جہنم سے چھوٹ گئی ابھی کچھ دیر پہلے اس نے ایک کار سے اینجلو کو اترتے دیکھا تھا مگر کار کے دوسرے دروازے سے جان سن برآمد ہوا تھا تو اس پر بجلی گر پڑی تھی کیونکہ اس کے بعد کار سے وہ دونوں بھائی برآمد ہوئے تھے جو صورت سے چھٹے ہوئے لوفر اور بد معاش لگتے تھے نکی اور اکی وہ ڈان مار کو سے ڈرتے تھے لیکن الزبتھ سے ایسے بات کرتے تھے جیسے وہ کوئی معزز عورت نہیں خادمہ ہے اور عجیب بات یہ تھی کہ ڈان مار کو ان کے رویے کا برا بھی نہیں مانتا تھا۔ وہ اس کے دوست بھی تھے شریک کار بھی اور ماتحت بھی اینجلو کا تعلق پولیس سے تھا

Pakistanipoint.com

ان چاروں کے اکٹھا ہونے کا مقصد جائز کسی صورت نہیں ہوسکتا تھا اور اب وہ ڈاکٹر جان سن کو پکڑ لائے تھے اسے اپنی اور ڈان کی گزشتہ شب کی گفتگو یاد آئی اور یکلخت بات اس کی سمجھ میں آ گئی وہ بے اختیار ٹیلی فون کی طرف لپکی لیکن دروازہ کھلا اور ڈان ان کی راہ میں حائل ہوگیا اس کے لبوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ تھی۔

''کوئی تم سے ملنے آیا ہے ڈیئر۔'' اس نے الزبتھ کے اڑے ہوئے رنگ کو عمداً نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

الزبتھ نے پلٹ کر دیکھا تو ڈاکٹر جان سن دروازے میں ہٹ تھامے کھڑا تھا۔ اس نے بڑی مشکل سے دھڑکتے ہوئے دل کو سنبھالا۔

''ڈاکٹر جان سن۔'' الزبتھ نے حیرت اور مسرت کا اظہار اپنے لہجے سے کیا۔ اس کی مسکراہٹ نے چہرے کے تاثرات نے اس کا ساتھ دیا۔ شہرت کے مواقع اس نے خود گنوا دیے تھے ورنہ وہ صف اول کی اداکارہ سے کم باصلاحیت نہ تھی۔

''مسز مارکو۔'' جان سن نے کہا۔ ''میرا خیال تھا آپ جا چکی ہوں گی۔'' وہ ایک کرسی پر ڈان کے مقابل بیٹھ گیا۔

''میں نے آخری وقت میں اپنا ارادہ بدل دیا ڈاکٹر جان سن۔'' الزبتھ نے جذبات سے عاری لہجے میں کہا۔

''یہ آپ نے اچھا نہیں کیا مسز مارکو۔'' جان سن نے کہا۔ ''کیا میں اس فیصلے کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔''

الزبتھ بڑی بے تعلقی سے اس کی طرف پشت کیے ایک کاؤنٹر پر سے تین جام اور شراب کی ایک بوتل اٹھا کے ٹرے میں رکھ رہی تھی اس نے جان سن کی طرف پلٹ کر حیرانی سے دیکھا۔ ''آپ یہی پوچھنے آئے ہیں یہاں؟''

جان سن نے دل ہی دل میں اس کی اداکاری کو سراہا۔

''نہیں مسز مارکو ایک شکایت تو یہ کرنے آیا ہوں میں کہ چار ماہ میں آپ نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا کہ مسٹر ڈان مارکو آپ کے شوہر ہیں۔ آپ ہمیشہ اپنے شوہر کا نام چارلس بتاتی رہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے شوہر کے کاروبار کی بات کو ہمیشہ گول کر دیا آخر کیوں؟ کیا آپ کو یہ بتاتے ہوئے شرم آتی تھی کہ فائیو اسٹار گروپ کی مالک آپ خود ہیں۔ میرے خیال میں تو یہ کسی بھی عورت کے لیے فخر کی بات ہے۔''

الزبتھ کا چہرہ بالکل سپاٹ رہا۔ اس نے باری باری تینوں جام بھرے اور آگے بڑھا دیے۔

''یہ بات بتانے یا نہ بتانے سے کیا فرق پڑتا ہے ڈاکٹر جان سن۔ آپ کا تعلق مریض کی ذہنی حالت سے ہوتا ہے یا اس کے معاشی حالات سے؟''

''بات صرف میرے تعلق کی نہیں ہے مسز مارکو۔'' جان سن نے تلخی سے کہا۔ ''اس حقیقت کو پوشیدہ رکھنے کا اثر آج آپ کی ازدواجی زندگی خراب نہیں کر دیتا۔ گھٹانے کی بجائے ان کی الجھنیں بڑھانا میرے نزدیک بددیانتی ہے۔ اپنے پیشے سے بھی اور اپنے ضمیر سے بھی۔'' جان سن کو حیرت ہوئی کہ وہ اتنی موثر تقریر کیسے کر گیا۔

ڈون مارکو باری باری ان دونوں کی صورتیں دیکھ رہا تھا اور صاف نظر آتا تھا کہ ڈاکٹر جان سن نے اسے بیوی کے معاملے میں مطمئن کر دیا ہے اسے یقین آ گیا تھا کہ غلط فہمی الزبتھ کو ہوئی تھی یا اس نے جھوٹ بولا تھا لیکن اصل مسئلہ بالکل الگ تھا جان سن نے الزبتھ کی جان تو بچالی تھی لیکن اپنی جان بچانے کے لیے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ نہ گواہ نہ ثبوت۔ اس کے لہجے کی صداقت اس کی قسمیں ان کی یقین دہانی اس کا انکار سب بے کار تھے۔ ڈان مارکو یقینی دہانی اس کا انکار سب بے کار تھے ڈان مارکو یقین تھا کہ الزبتھ نے اسے شوہر کے کاروباری راز بتا دیے ہیں جو ٹیپ پر نہ سہی جان سن کے دماغ میں تو محفوظ ہیں اس دماغ کا وجود بھی ٹیپ سے کم خطرناک نہیں تھا بلکہ اس سے زیادہ تباہ کن تھا ٹیپ کو صاف کیا جا سکتا تھا مگر ڈاکٹر جان سن جیسے شخص کے بیان کو نہیں جھٹلایا جا سکتا تھا۔ اس خطرے سے دفاع کی ایک ہی صورت تھی ڈاکٹر جان سن کا خاتمہ بے شک الزبتھ نے اسے یہ معلومات فراہم کی تھیں لیکن اس پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی اور اندیشے کی بات ہوتو اسے بھی لوح جہاں سے حرف مکرر کی طرح مٹایا جا سکتا تھا۔

''مسز مارکو۔'' جان سن نے خاموشی کے طویل وقفے کے بعد کہا۔ ''اس حماقت سے کوئی فائدہ نہیں آپ کی ازدواجی زندگی قابل رشک ہے۔ آپ کو ہر وہ خوشی نصیب ہے جس کی آرزو کوئی عورت کر سکتی ہے۔ اپنے آپ سے دشمنی مت کیجیے اس گھر کو آباد رکھیے اپ کی عزت و آبرو کا تحفظ اور آپ کی زندگی کا سکون اسی سے وابستہ ہے آج

کے جذباتی اعتماد کو اس مستقبل پر اثر انداز نہ ہونے دیجیے جب سہاروں کے بغیر زندگی بسر نہیں ہوئی خدا حافظ۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا وہ مطمئن تھا کہ اس نے اپنی محبت پر ہوس کا الزام نہیں آنے دیا الزبتھ کی چاہت اس کے جسم کی پکار تھی۔ محبت کا اس سے کوئی رشتہ نہ تھا۔ محبت گھر نہیں اجاڑتی اور کسی کو بہار کے خزاں نہیں دیتی اور موت کا نامہ بر نہیں بنتی۔

☆ ❁ ☆

مخالف سمت سے آنے کے باوجود جان سن کی نگاہ نے اس مقام کو پہچان لیا جہاں وہ ایک شب بارش اور طوفان میں نارمن موڈی کی لاش لینے پہنچا تھا کار ''فائیو اسٹار پیکنگ کمپنی'' کے دروازے سے اندر داخل ہوگئی اندر وہی ویرانی تھی دن میں کام کرنے والے جا چکے تھے اور چوکیدار شاید ایک ضرورت کے تحت غیر ضروری سمجھا گیا تھا جہاں دن میں آدمی کا رزق بننے والی بے زبان مخلوق کے گلے کاٹے جاتے تھے۔ اس مذبح خانے کا مرتبہ رات کو بڑھ جاتا تھا کہ یہاں اشرف المخلوقات ذبح کیے جاتے تھے جان سن زندگی کے تعلقات پر پڑھ رہا ہے۔ بقول آپ کے شوہر کے ہر آپ جیسی حسین عورت کا شوہر کا حاسد ہوتا ہے۔''

''کیا یہ میرا قصور ہے کہ میں حسین ہوں۔'' الزبتھ نے بے خوفی سے کہا۔ ''یا میرے شوہر کی فطرت میں حسد کا مادہ زیادہ ہے۔''

''قصور کسی کا بھی ہو مسز مارکو۔'' جان سن نے کہا ''میرا بہرحال نہیں ہے میں صرف آپ کا معالج تھا لیکن اب مجھ پر الزام آ رہا ہے کہ میرے آپ سے ناجائز مراسم تھے اور یہ الزام آپ نے مجھ پر لگایا ہے کیوں مسز مارکو؟''

''میں...... میں نے؟'' الزبتھ نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ ''وہ وہ کیسے ڈاکٹر جان سن یہ غلط ہے۔''

''کیا یہ غلط ہے کہ آپ نے اپنے شوہر کے ساتھ یورپ جانے سے انکار کیا؟'' جان سن نے تیز آواز میں کہا۔ ''اور وجہ یہ بتائی کہ آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں اور مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتیں۔ آخر میری کس بات نے آپ کو اس غلط فہمی میں مبتلا کیا؟ میرے پاس آپ جیسی درجنوں عورتیں آتی ہیں ٹیری برن کا نام سنا ہے آپ نے؟ وہ بھی میری مریض ہے میں مریضہ کا علاج کرتا ہوں، ان سے عشق نہیں، بیوی کی موت کے اس یقین کامل کے بعد امیدوں اور اندیشوں کو یکسر فراموش کر چکا تھا اور اس بات پر مطمئن تھا کہ وہ اس ذہنی عدم توازن کا شکار نہیں جو اعصاب کے ساتھ احساس کی شکست کا نتیجہ ہوتا ہے۔''

جانے پہچانے راستے سے وہ اندر داخل ہوئے جان سن اور ڈی مارکو ساتھ ساتھ تھے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان دونوں کی حیثیت میں کیا فرق ہے ان کے اطمینان اور باوقار انداز سے پتا چلتا تھا کہ وہ دونوں مالک ہیں جو اپنے کارخانے کا معائنہ کرنے آئے ہیں ان کے پیچھے آنے والا سارجنٹ اینجلو ان کا باڈی گارڈ ہے اور اینجلو کے پیچھے آنے والے دونوں بھائی ماتحت اور ملازم ہیں۔

''یہ جگہ تو تم اچھی طرح دیکھ چکے ہو؟'' ڈی مارکو نے کہا۔ ''یہ سب سرد خانے میں۔'' اس نے دائیں بائیں جانب اشارہ کیا۔ رکنے کی بجائے وہ سیدھا چلتا گیا اور بالکل سامنے آ جانے والے دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔ اس کے ہاتھوں نے صحیح مقام پر پہنچ کر سوئچ آن کر دیے اور ایک بہت بڑا ہال روشنی سے جگمگا اٹھا۔ اس میں دیوہیکل آہنی مشینیں نصب تھیں جو جان سن نے کبھی نہیں دیکھی تھیں تم نے اس خودکار پلانٹ کو کام کرتے نہیں دیکھا ہوگا۔'' ڈی مارکو نے کہا۔

''یہ کوئی لطیفہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ پہلے حصے میں جیتا جاگتا جانور کھڑا کیا جاتا ہے اور آخری حصے سے اس کا صاف کیا ہوا گوشت ڈبوں میں بند نکلتا ہے ہڈیاں اور چمڑا اور تمام فاضل حصے الگ الگ چلے جاتے ہیں اور مختلف طرح سے کام میں لائے جاتے ہیں میں تمہیں عملی مظاہرہ دکھاتا ہوں۔'' اس نے پلٹ کر دونوں ہم شکل بھائیوں میں سے ایک کو چٹکی بجا کے متوجہ کیا اس نے ایک لیور دبایا۔ ایک مشین کی گونج اس خاموشی میں صاف سنائی دینے لگی جان سن جانتا تھا کہ اس مظاہرے سے وہ جان سن کو دہشت زدہ کر کے ایک انتقامی مسرت حاصل کر رہا ہے۔ اسے یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے۔ وہ موت سے پہلے تصور میں وہ سب دیکھ لے جو موت کے بعد ہوگا ہر روز پیک ہو کر نکلنے والے سیکڑوں ڈبوں میں چند

ایسے ڈبے بھی شامل ہو جائیں گے۔ جس میں گائے بھینس بکرے دنبے یا سور کے گوشت کی بجائے ڈاکٹر جان سن ماہر نفسیات کا گوشت بند ہوگا۔

......☆❀☆......

الزبتھ سب سمجھ گئی تھی جھوٹ اس کے لہجے میں نہیں تھا اس کی آنکھوں میں نہیں تھا اور اس کی صورت پر نہیں تھا مگر اس کے دل میں تھا اسے اندازہ تھا کہ جان سن کو کہاں لے گئے ہوں گے۔ اس نے اپنا ہاتھ ٹیلی فون کی طرف بڑھایا اور ایک نمبر ملانے لگی خودکشی کے لیے۔

بہت دور مائیکل نے نامہ بر کی صورت کو دیکھا۔ ''کون تھی وہ؟''

نامہ بر نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اس نے اپنا نام نہیں بتایا لیکن ایکسچینج نے بتایا ہے کہ کال اولڈ ٹپان کے قصبے سے آئی تھی۔''

''تم نے اسے بتایا کہ ہم وہاں دیکھ چکے ہیں۔'' مائیکل نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''اولڈ ٹپان؟''

''لیس سر لیکن اس نے کہا کہ وہ ہم سے زیادہ جانتی ہے وہ ہسٹریا میں مبتلا تھی۔'' نامہ بر نے کہا۔

یکلخت مائیکل نے جست لگائی اور پولیس کمشنر کو ہکا بکا چھوڑ کے نکل گیا اس کی ٹوپی وہیں میز پر رہ گئی۔

......☆❀☆......

ڈی مارکو نے ریوالور اور پلٹ کر اینجلو پر فائر کر دیا گولی اینجلو کے دل میں اتر گئی انتہائی حیرت کا تاثر ابھی اس کی آنکھوں میں جھلکا ہی تھا کہ دوسری گولی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی کے راستے اسے سرخرو کرتی دماغ میں گھس گئی۔ وہ نیچے گرا تو اس وقت جب اس کی روح عالم بالا کو پرواز کر چکی تھی۔

''اینجلو کا کام ختم ہو گیا تھا۔'' ڈی مارکو نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے مسکرا کے کہا۔ پھر اس نے دونوں ہم صورت و ہم پیشہ بھائیوں کو اشارہ کیا ایک اور لیور دبانے سے چمڑے کی تین فٹ چوڑی بیلٹ گھومتے ہوئے آہنی پہیوں پر دوڑنے لگی۔

ان دونوں نے اینجلو کو بڑی مہارت سے اس پر پھینک دیا چند سیکنڈ میں اینجلو کا جسم آخری سفر پر روانہ ہو گیا۔ دیکھتے دیکھتے اسے ایک مشین کا آدم خور دہانہ نگل گیا۔ جان سن کو ایک چکر آیا اور متلی سی محسوس ہوئی۔ دونوں قصاب برادران باری باری دوسرے سوئچ اور لیور دباتے جا رہے تھے ڈی مارکو گھوم گیا۔

''اب اس بیلٹ کو دیکھو اس نے بڑی دلچسپی سے کہا وہ بڑے فخر سے اپنے مہمان کو خود کو پلانٹ کی خوبیاں دکھا رہا تھا۔ اس کے ذہن میں نہ اس قتل کا خیال تھا جو اس نے ابھی ابھی کیا تھا اور نہ اس قتل کا جو وہ کرنے والا تھا۔ چشم تصور سے جان سن نے دیکھا کہ بے حس مشینوں کے آہنی پرزے اینجلو کے جسم سے گوشت کو نوچ کر الگ کر رہے ہیں اس کی کھال اتر کر اس شعبے میں چلی گئی ہے۔ جہاں چمڑے کو جوتے بنانے کے قابل بنایا جاتا ہے اس کی ہڈیاں کسی اور طرف نکل گئی ہیں اور خون کسی پائپ سے بہہ کر کسی ٹینک میں جمع ہو گیا ہے۔ جب لیبل لگے ہوئے بند ڈبوں کی قطار اس کے سامنے سے گزرنے لگی تو اس کا دماغ جواب دے گیا۔ موت کا خوف کچھ نہ رہا۔ اس وحشی درندے کی موت ایک مقدس فریضہ بن گئی جو آدمی کو آدمی کا گوشت کھلا رہا تھا پلک جھپکنے میں اس نے ڈون مارکو جیسے شخص کو دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیا اور ایک جست لگا کے بیلٹ پر اس مشین کے کھلے دہانے کے قریب پھینک دیا جس نے اینجلو کو ہضم کر لیا تھا اس کی چیخ ختم ہونے سے قبل مشین اسے بھی کھا چکی تھی۔ بدحواسی میں اس کے دونوں ماتحتوں نے مشین بند کرنے کی بجائے ریوالور نکالا اور نشانہ لیے بغیر فائر جھونک دیے جان سن نے غوطہ مارا اور ایک مشین کی اوٹ میں تھا فائر پھر سنائی دیے اس کے بعد کسی نے چیخ کر اسے پکارا لیکن یہ آواز ان دونوں بھائیوں میں سے کسی کی نہ تھی۔ جان سن نے مشین کے پیچھے سے دیکھا۔ دونوں بھائی مرے پڑے تھے اور دروازے کے قریب مائیکل ریوالور لیے کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ چار مسلح پولیس مین اور بھی تھے جان سن باہر آ گیا بے اختیار اس کی نظر بیلٹ پر گئی۔ اس پر سے اب بند ڈبوں کی دوسری کھیپ گزر رہی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھایا اور مشین کو بند کر دیا۔

(انتخاب بشکریہ سید انور فراز)

Pakistanipoint.com